حیّ علی الفلاح

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنّ افضل المؤمنین احسنھم اخلاقاً

سلسلۂ سیرت و کردار

جامع الآداب

مترجمہ

مولانا عبدالرحیم مرحوم (کلاچی والے)
سابق پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور و مترجم حجۃ اللہ البالغہ (شاہ ولی اللہ رح)

30

پبلشرز
قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور
(پاکستان)

ایڈیشن دوم

جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۶ھ مطابق اکتوبر سنہ ۱۹۶۶ء

تعداد ۱۰۰۰

قیمت چار روپے

شیخ محمد نصیر ہمایوں نے باجازت مولوی محمد اسحاق و ڈاکٹر محمد اسمعیل پسران
مولوی عبدالرحیم مرحوم "سلسلہ سیرت و کردار" کے لیے قومی کتب خانہ
ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا۔

مطبوعہ حمایتِ اسلام پریس لاہور

فہرست

دیباچہ ۵
آدابِ والدین ۷
آدابِ اخوان ۱۲
آدابِ اقارب ۱۴
آدابِ منزل ۱۶
آدابِ تعلّم ۱۸
آدابِ صحبت اور دوستوں کا انتخاب ۲۱
آدابِ اعضا و جوارح ۳۶
آدابِ جلوس ۴۷
کھانے کے آداب ۴۸
ملاقات کے آداب ۵۳
آدابِ لباس ۶۰
گفتگو کے آداب ۶۲
ورزش کے فوائد اور آداب ۶۷
دین کے آداب ۷۱
حفظِ صحت کے قوانین و اصول ۷۷

غذا کی بابت ہدایات	۹۰
ملبوسات کے متعلق ہدایات	۹۸
ہوا کے متعلق ہدایات	۱۰۱
مسکن کے متعلق ہدایات	۱۰۳
دس زرّیں مقولے	۱۰۵
اسباقِ زندگی	۱۰۶
بنی نوع انسان کے طبقات	۱۱۲
ازدواج کے آداب	۱۱۶
تربیتِ اولاد کے آداب	۱۲۰
تربیتِ اولاد پر ایک مضمون	۱۲۵
مال کے متعلق ہدایات	۱۳۲
کفایت شعاری کے فوائد	۱۳۵
دولت مندی اور تنگ دستی	۱۳۷
اچھا برتاؤ	۱۴۱
اجتماعی زندگی	۱۴۶
مفید وصیتوں کا انتخاب	۱۴۹
عبداللہ بن حسن ثانی کی نصیحت	۱۵۱
ایک عرب کی وصیّت	۱۵۲
ایک ادیب کی نصیحت	۱۵۴
علامہ سہروردی کی نصیحت	۱۵۶
نصیحت نامہ سیّدنا علیؓ	۱۵۹
حارث ہمدانی کو وصیّت	۱۶۴
حضور سرورِ کائنات کا آخری خطبہ	۱۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اَمَّا بَعْدُ آج کل اخلاقی تنزل جس حد تک پہنچا ہوا ہے وہ اربابِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اخلاقِ مذمومہ اور قابلِ اعتراض سیرت (کیرکٹر) کے بُرے جراثیم عالمِ شباب بلکہ طفولیت ہی میں نشو و نما پاتے اور بالآخر مُہلک رُوحانی امراض کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی انسان میں سیرت کی خوبی پیدا کرنے اور اخلاقِ فاضلہ کا بیج بونے کے لیے یہ لازم ہے کہ عہدِ طفولیت اور زمانۂ طالب علمی ہی میں اُس کو نہایت اہتمام کے ساتھ اخلاقی تعلیم دی جائے۔

عام درسگاہوں میں طلباء کے لیے جو نصابِ تعلیم مقرر کیا گیا ہے اُس میں اس بات کا کوئی خاص لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اور غالباً اسی سہل انگاری یا غفلت شعاری کا یہ نتیجہ ہے کہ طالب علم معراجِ تعلیم کے آخری زینے کو طے کر کے بھی عموماً ادب اور اخلاق کے زیور سے

آراستہ نظر نہیں آتے۔ نصاب سے قطعِ نظر کرکے ویسے بھی (جہاں تک مجھے علم ہے) کوئی ا
عام فہم تالیف اُردو زبان کی جو جامع اخلاق و آداب ہو اور عام طالب علموں کے لیے دستورالعمل
کا کام دے، موجود نہیں۔ ایک دو کتابیں جو اس موضوع پر شائع ہوئی ہیں میرے فہم نارسا
کسی نہ کسی وجہ سے اس مدعا کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ اس وقت میرے پیشِ نظر مصر کی
مطبوعہ آداب الفتی نام ایک کتاب ہے جس کو میں تمام موجودہ اخلاقی لٹریچر میں سب
طلباء کے لیے بہترین تالیف خیال کرتا ہوں۔ لیکن یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی ہے اور اس
اس سے استفادہ کرنے کے لیے عربی زبان دانی کی معتدبہ استعداد اور قابلیت شرط ہے (جو اکثر
طلباء میں مفقود ہے) لہٰذا اس کا ترجمہ سلیس اور بامحاورہ اُردو میں حاضر ہے۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ترجمہ کرتے وقت اس بات کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ مصنف کی عبارت کا مفہوم نہایت
وضاحت کے ساتھ صحیح طور پر اُردو کے لباس میں جلوہ گر ہو لیکن لفظی ترجمہ نہیں کیا گیا اور اس لیے یہ
کتاب اگرچہ ترجمہ ہے لیکن بادی النظر میں اصل تصنیف معلوم ہوگی۔

کتاب ہذا ہر ایک نوجوان کے لیے بلا مبالغہ اس کی اخلاقی زندگی کا دستورالعمل ہے اور اس لیے
اس قابل ہے کہ ہر ایک طالب علم جو اپنے آپ کو اخلاق و آداب کے زیور سے آراستہ دیکھنا چاہتا ہے
اس کو ہمیشہ حرزِ جان بنائے رکھے ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند　　جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

مضمون کی مناسبت سے اس کتاب کا نام جامع الآداب رکھا گیا ہے۔

والمسئول من اللہ تعالیٰ ان ینفع بہ الطلبۃ وسائر المسلمین۔ آمین یا رب العٰلمین ۔

المترجم الملتمس عبدالرحیم ساکن کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

مورخہ ۱۱ ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ

آداب والدین

ا۔ شرافت اور فطرتِ سلیم کا مُقتضا یہ ہے۔کہ جو شخص تمہارے ساتھ احسان کرے تم اس کے ساتھ محبت کرو اور ہمیشہ اُس کا احترام مدِ نظر رکھو۔ ظاہر ہے۔کہ والدین سے بڑھ کر کوئی دوسرا شخص انسان کا دوست، ہوا خواہ اور محسن نہیں ہوسکتا، اِس لیے جس قدر بھی تم ان سے اخلاص کے ساتھ پیش آؤ اُن کی تعظیم و توقیر کرو اور ممکن سے ممکن اخلاص اور توجہ کے ساتھ اُن کی خدمت بجا لاؤ، یقیناً تم اُن کا حق ادا کرنے سے قاصر رہو گے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک کی متعدد آیات میں نہایت تاکید کے ساتھ اُن کی اطاعت کرنے اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حدیث ہے کہ:

"والدین کی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا موجب ہے"۔

۲۔ چونکہ والدین کی خیر خواہی میں کسی قسم کے شک اور شُبہ کی گنجائش نہیں یقیناً اُن کی دِلی خواہش یہی ہوتی ہے۔ کہ ہماری اولاد نیک بخت اور صالح ہو اور جو کچھ بھی وہ تم کو بطور نصیحت کے کہتے ہیں، اس کی بنا محبّت اور اخلاص پر ہوتی ہے۔ اس لیے تمہارا اپنا فائدہ اور سعادت اسی میں ہے کہ اُن کی نصیحتوں کو گوشِ ہوش سے سُنو اور ان پر کاربند رہو۔ کیونکہ بہرکیف زمانے کے نشیب و فراز کو وہ تم سے بہتر سمجھتے ہیں۔

۳۔ بزرگوں کی اطاعت اور اُن کا ادب اور احترام شریف النفس ہونے کی دلیل ہے

اور اس سلسلے میں سب سے مقدم درجہ والدین کا ہے جن کی اطاعت اور ادب سے نہ صرف ان کے دل میں تمہاری محبت زیادہ ہوگی بلکہ خود تمہاری زندگی خوشی اور مسرت کے ساتھ بسر ہوگی۔ (زندگی کی حقیقی خوشی نیکی کے احساس میں ہے)۔

۴۔ والدین کے ادب اور احترام میں یہ بھی داخل ہے کہ:۔

والدین کھڑے ہوں تو اُس وقت تم کو ہرگز نہیں بیٹھنا چاہیے جب تک وہ بیٹھ نہ جائیں۔

اُن کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے سامنے ہنسی اور کھیل میں بہت کم مشغول ہوا کرو۔

جب وہ بولنے لگیں تو کبھی ان کی بات نہ کاٹا کرو۔

ان کو تعظیم کے ساتھ مخاطب کیا کرو۔

الفاظ کے استعمال میں محتاط رہو اور اُن کی موجودگی میں اپنی آواز بلند نہ کرو۔

۵۔ بعض لڑکے اپنے باپ کے پاس ایک ہی مجلس میں بیٹھنے اور بڑے آدمیوں کی بات چیت کو سننے سے کتراتے ہیں۔ یہ عادت اچھی نہیں۔ بلکہ بزرگوں کی مجلس میں باوقاتِ مناسب حاضر ہوکر اُن کے دانش مندانہ اقوال کو توجہ کے ساتھ سُننا اور اُن سے حکمت اور دانائی کی باتیں اخذ کرنا سعادت مند نوجوانوں کے لیے عقل کی زیادتی اور معلومات بڑھنے کا موجب ہوتا ہے۔

۶۔ اگر راستے میں تمہاری مُلاقات والد کے ساتھ ہوجائے تو تمہیں ادب کے ساتھ اُس کو اور اس کے ساتھیوں کو سلام کرنا چاہیے اور اگر تم کسی مجلس میں بیٹھے ہو اور وہ باہر سے تشریف لائے تو اُس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوجانا چاہیے اور بشاش

چہرے کے ساتھ اُس کا خیر مقدم کرنا چاہیئے۔ اگر تمہیں اُس سے کوئی درخواست گزارنی ہو تو لوگوں کے سامنے نہیں بلکہ تنہائی کے وقت اپنی حاجت بیان کرو اور اگر وُہ اُس کو مسترد کر دے تو اُس درخواست کے پُورا کیئے جانے پر زیادہ اصرار نہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ تمہارے نفع نقصان کو تم سے بہتر سمجھ سکتا ہے۔ (پدر را عسل بسیار است لیکن پسر گرمی دار است) ؛

۷۔ صغر سنی ہی سے اس بات کی عادت ڈالو کہ جو کچھ جیب خرچ تمہارے والد تم کو عنایت کریں اس کو کفایت شعاری کے ساتھ صحیح مصرف پر خرچ کرو، جس سے تمہارا سلیقہ ظاہر ہو۔ مثل مشہور ہے :

"ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات"

وہی لڑکے بڑے ہو کر خوشحالی اور اعتدال کی زندگی بسر کرتے ہیں جن کے بچپن کے طرزِ عمل میں ویسے ہی آثار ظاہر ہوتے ہیں ؛

۸۔ بعض نوجوان اپنے آبائی ترکہ کے بھروسے پر تحصیلِ معاش کے لیے کوئی مناسب عمل یا ہنر سیکھنے کی بجائے بے کاری اور عیاشی و اسراف کی زندگی بسر کرتے ہیں جس کا نتیجہ لازماً یہی ہوتا ہے کہ اندوختۂ پدری کی لامحدود دولت تھوڑے دنوں میں ختم ہو کر بالآخر ان کو احتیاج اور افلاس کا روزِ بد دیکھنا پڑتا ہے۔ تم کو نوجوانوں کی اس جماعت سے نہیں ہونا چاہیئے بلکہ حیاتِ والد کو غنیمت سمجھ کر اُس کی بزرگانہ اور ہمدردانہ نگرانی میں کوئی ایسا جوہرِ لیاقت اپنے میں پیدا کرنا چاہیئے جو دولتِ فانیہ کے بھروسے سے تم کو بے نیاز کر دے۔

سعدی علیہ الرحمتہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے:

"مال و دولت دُنیا را یا دزد ببرد یا خواجہ بتفاریق بخورد امّا ہنر چشمۂ زاینده است و دولتِ پاینده ؎

بہ پایاں رسد خانۂ سیم و زر
نہ گردد تہی کیسۂ پیشہ ور"

۹۔ انسان کو اپنی زندگی میں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جس کے سامنے وہ اپنے غم اور خوشی کے جذبات کا بے تکلف اظہار کر سکے۔ اور اوّل الذکر حالت کے مناسب موقعوں پر وہ اُس کے ساتھ مخلصانہ ہمدردی فرمائے جس سے اُس کو تسلّی حاصل ہو۔ والدین سے بڑھ کر اور کوئی مشفق اور ہمدرد انسان کے لیے نہیں ہے۔ اِس لیے رنج و راحت کے پیش آنے پر اُنہی کو اپنا مرجع بناؤ۔

۱۰۔ جب تم اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بڑے ہو کر اپنے دست و بازو سے کمانے کے قابل ہو جاؤ تو اس وقت تمہارا فرض ہو گا کہ اپنے والدین کی مساعدت اور اعانت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرو۔ اُنہی کے سایۂ عاطفت میں تم چھوٹے سے بڑے ہوئے، اُنہی کی بدولت تم کو یہ سب کچھ آسائش اور آرام حاصل ہوا اور اُنھوں نے ہی اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی خرچ کر کے تم کو سکھایا پڑھایا۔ اِن تمام حالات کو مدِّنظر رکھ کر کیا یہ تمہارا فرضِ اوّلین نہیں ہو گا کہ تم اُن کی پیرانہ سالی میں ان کی خدمت کرو؟

تم خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچ لو کہ اگر تمہاری اولاد اس کے برخلاف تم سے سلوک کرے تو کیا تم اس کو پسند کرو گے؟ حدیث شریف میں ہے:

" برّوا اباءکم تبرّکم ابناءکم" تم اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، تمہارے بیٹے بھی تم سے نیک سلوک کریں گے۔"

۱۱۔ اگر تمہارے والدین کوئی بات کہیں یا کریں جو تمہاری عقل کی میزان میں درست نظر نہیں آتی ہے تو کبھی غصّے کا اظہار یا نامناسب الفاظ کا استعمال نہ کرو بلکہ نہایت نرمی کے ساتھ معقول دلائل کے ذریعے حقیقتِ حال اُن کے ذہن نشین کرو جس سے اُن کے احساسات کو ذرّہ برابر بھی صدمہ نہ پہنچے۔ اور نہ ہی تمہارا اختلاف رائے اُن کے لیے تکدّرِ خاطر کا باعث ہو۔

آدابِ اخوان

۱۔ والدین کے بعد بھائیوں کے حقوق قابلِ احترام ہیں۔ بڑا بھائی تو بمنزلہ باپ کے ہے اور اُس کا ارشاد ویسا ہی واجب التعمیل ہے۔ چھوٹے بھائیوں سے ہمیشہ لُطف اور شفقت کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ اور اپنے تمام اعمال اور اخلاق میں ان کے لیے کوئی بُرا نمونہ پیش نہ کرو۔

۲۔ اگر تمہیں اپنے بھائیوں کے اخلاق اور عادات میں کوئی بُری بات نظر آئے تو نرمی اور محبّت کے ساتھ اُن کو اس سے منع کر دو اور اُس کا قبح (نقصان) مناسب طور پر اُن کے ذہن نشین کر دو تاکہ وہ بُری عادت اُن کی طبیعت میں راسخ نہ ہونے پائے۔ یہی حقیقی نیک خواہی اور یہی اخوّت کا تقاضا ہے۔

۳۔ ہر ایک موقعے پر جہاں مدد کی ضرورت ہو اپنے بھائیوں کے فوراً مددگار بن جایا کرو اور اس بات کے انتظار میں نہ رہو کہ وہ خود تم سے اعانت کے خواستگار ہوں۔ اپنے بھائیوں کی بھید کی باتیں کبھی طشت از بام نہ کرو اور ان کو صرف وہی خبریں سنایا کرو جس سے ان کو فرحت اور سرور حاصل ہو۔ ایسی بات ان سے کبھی نہ کہو جو کدورت اور پریشانیٔ خاطر کا باعث ہو۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر ہمیشہ یاد رکھو کہ ؎

بُلبلا مژدۂ بہار بیار
خبرِ بد بہ بُومِ شوم گذار

البتہ اگر کسی بات کے کہنے سے ان کو کسی قسم کے ضرر یا نقصان پہنچنے کا احتمال ہے تو ایسی خبر کو اُن سے پوشیدہ نہ رکھو ٭

۴۔ اُن کے عیوب سے ہمیشہ چشم پوشی کیا کرو۔ جب کبھی اُن سے ملو بشّاش چہرے اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملو اور اپنے تمام اقوال اور افعال میں اُن سے سچائی کا برتاؤ کرو ٭

۵۔ یہ بدبختوں کا شیوہ ہے کہ باپ کا انتقال ہوتے ہی اپنے بھائیوں کے ساتھ جھگڑوں اور تنازعات میں پڑ جاتے ہیں۔ چند ایک چاندی اور سونے کے سکّوں کی خاطر رشتۂ اخوّت کو توڑ کر ایک ایک کے دشمن اور بدخواہ بن جاتے ہیں اور چند روزہ جھوٹی دولت کی بےہودہ محبّت کے لیے مایۂ شرافت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ تمہیں ایسے بدنام کنندۂ اسلاف اور رذالت پسند لوگوں کا وتیرہ ہرگز نہیں اختیار کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ اپنے بھائیوں کے ساتھ اتفاق اور اتحاد رکھنا لازم ہے۔ جو اختلاف میراث وغیرہ کے متعلّق پیدا ہو اس کو شریفانہ طریق پر رفع کرنا مناسب ہے اور دلوں میں نفرت اور عداوت کے جذبات کو ہرگز ہرگز جگہ نہیں دینا چاہیے ٭

آدابِ اقارب

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من سرہ ان یبسط لہ فی رزقہ وان ینساء لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ۔

"جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا رزق فراخ اور عمر دراز ہو اس کو چاہیئے کہ اپنے اقربا اور رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحم کرے۔" (اقربا اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کو صلۂ رحم کہتے ہیں۔)

۱۔ صلۂ رحم مذہبی فرض ہے اور اس کی تاکیدِ عمل کے لیے متعدد آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں۔

۲۔ بڑوں کے ساتھ والدین اور بڑے بھائی کا سا سلوک کرنا چاہیئے۔ جو تمہارے برابر یا تم سے چھوٹے ہوں، اُن کو حقیقی بھائیوں کی طرح سمجھ کر اُسی قسم کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ سب سے یکساں طور پر محبّت اور اخلاص کے ساتھ پیش آؤ۔ اور اگر کسی امر میں وہ تمہارے محتاج ہوں تو اُن کی طرف دستِ اعانت بڑھانا تمہارا فرض ہوگا۔ اُن میں سے کوئی بیمار ہو تو فوراً اُس کی عیادت (بیمار پرسی) کے لیے جاؤ اور ہر ایک غم اور خوشی کے موقعے پر ان کے ساتھ شریکِ رنج و راحت ہو۔

۳۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

"من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یؤذ جارہٗ۔ یعنی جو شخص اللہ

تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وُہ اپنے پڑوسی کو اذیّت نہ پہنچائے۔"

اِس لیے اقربا اور رشتہ داروں کے بعد پڑوسی کا بڑا حق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلامِ پاک میں اس کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے تم پر واجب ہے کہ اُس سے محبّت اور احترام کے ساتھ پیش آؤ۔ اُس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرو۔ ہمیشہ اُس کے خیرخواہ اور معاون رہو ضرورت کے وقت اس کے ساتھ اپنی دِلی ہمدردی کا عملی ثبوت دو اور اس کی جان و مال اور آبرو کو تم سے ذرا بھی ضرر نہ پہنچے ؎

آدابِ منزل

(خدام کے ساتھ برتاؤ کرنے کے متعلق مناسب ہدایات)

۱۔ اس میں شک نہیں کہ خادموں اور نوکروں کا فرض ہے کہ وہ تمہاری خدمت بجا لائیں اور تمہارے احکام کی بغیر چون و چرا تعمیل کریں۔ لیکن تم کو بھی چاہئے کہ ان کو سخت سست نہ کہو اور اُن کی تذلیل سے احتراز کرو۔ اہانت آمیز کلام کرنا خود تمہاری شرافت پر ایک دھبّا ہوگا۔ اُن کو کوئی صبر آزما تکلیف نہ دو اور اس بات کو ہمیشہ ملحوظ رکھو۔ کہ وہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمانا کہ :-

"اخوانکم جعلهم الله تحت ایدیکم (تمہارے لونڈی۔ غلام بھی تمہارے بھائی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ تمہارے ماتحت اور محکوم ہیں)۔"

کتنا بلیغ اور جامع کلام ہے۔

۲۔ انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ خدّام اور نوکر چاکر کے ساتھ بھی نرمی کے ساتھ گفتگو کی جائے اور ان کی لغزشوں سے درگزر کیا جائے۔ بایں ہمہ اُن کو مخاطب کرتے ہوئے ہمیشہ متانت کو مدِّنظر رکھنا چاہئے۔ کبھی ان کے ساتھ مذاق کا پیرایہ اختیار نہ کریں اور نہ ہی اپنی زبان کو سبّ و شتم کے ساتھ آلودہ کریں۔ اوّل الذّکر سے انسان کی ہیبت زائل ہوتی اور

اس کے وقار میں فرق آتا ہے اور مؤخرالذکر اس کے خست نفس کی دلیل ہے۔

۳۔ تمہارے شایان شان نہیں کہ خادموں اور شاگرد پیشہ لوگوں کے ساتھ آزادانہ بات چیت کرو اور ان کے ساتھ ضرورت سے زیادہ خلط ملط رکھو۔ کیونکہ اس سے تمہاری وقعت ان کی نظروں میں کم ہو جائے گی اجس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ انہیں تمہارے خلاف جرأت ہوگی اور وہ گستاخ ہو جائیں گے۔ اور بعض اوقات تم کو اُن سے وہ ناگوار الفاظ سننے پڑیں گے جس کے لیے تم تیار نہیں ہوگے۔ اور اُن میں تمہاری سُبکی متصوّر ہوگی +

۴۔ نوکروں اور خادموں کے سامنے کبھی بھید کی بات یا کوئی ایسی خانگی بات مت کہو جس کو تم نہیں چاہتے ہو کہ گھر سے باہر نکلے۔ نیز اپنی دولت کا اندازہ اور دوسری خاص باتیں اُن سے مخفی رکھو۔ تاکہ اگر کوئی نوکر تم کو چھوڑ کر چلا بھی جائے تو تم کو اُس کے نتائج بد کا کچھ خطرہ نہ ہو ﴿

آدابِ تعلّم

۱۔ طالب علمی کے زمانے میں ہمیشہ صبح سویرے اُٹھا کرو۔ بیدار ہونے پر سب سے پہلے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرو کہ اُس نے تم کو تندرستی جیسی بے بہا نعمت بخشی ہے اور ہزاروں چھوٹی اور بڑی نعمتوں سے تم کو مالا مال کر رکھا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے:۔

"وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (الآیہ) (اگر تم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو کبھی اُن کو شمار نہیں کر سکو گے۔"

جامۂ خواب کو اُتار پھینکو اور پاک وصاف کپڑے پہن لو۔ وضو اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے والدین سے تعظیم کے ساتھ رخصت لو اور حسنِ نیت اور پوری توجّہ کے ساتھ مدرسے کا رُخ کرو۔ راستے میں کھیل کود اور فضول کاموں میں مشغول ہونے سے احتراز کرو۔ اس سے ایک تو انسان خفیف الحرکات (چھچھورا) معلوم ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ بعض اوقات مدرسے ٹھیک وقت پر نہیں پہنچ سکتا اور پابندیٔ اوقات کی قابلِ تعریف وصف سے محروم رہتا ہے۔

۲۔ مدرسے میں پہنچ کر اپنے اُستاد کو نہایت ادب اور احترام کے ساتھ سلام کرو اور اپنے ہم درس طلباء کے ساتھ خندہ پیشانی اور بشاش چہرے سے پیش آؤ اور یاد رکھو کہ ترش روئی نہایت مذموم وصف ہے۔

۳۔ جب مدرسے کا وقت شروع ہو اور گھنٹی بج جائے تو اپنی جماعت کے

ساتھ ترتیب کے لحاظ سے کھڑے ہو جاؤ۔ کسی دوسرے طالب علم کے ساتھ مزاحمت نہ کرو اور اس کی تکلیف کا باعث نہ بنو۔ اگر تمہارے لیے جگہ نہ ہو تو نرمی اور تہذیب کے ساتھ اپنے رفیقوں سے درخواست کرو۔ سخت کلامی ہرگز نہ کرو۔

۴۔ مدرسے میں داخل ہوتے وقت، مجلس مذاکرۂ علمیہ اور کھانے کے ہال میں، الغرض اپنے تمام حرکات و سکنات میں متانت اور نظام و ترتیب کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

۵۔ کلاس میں اپنی مقرر کردہ جگہ پر بیٹھا کرو اور جب استاد سبق پڑھانا شروع کرے تو پوری توجہ کے ساتھ سنو کہ اس کے کلام کا مفہوم اور اس کی تقریر تمہارے ذہن میں کما حقہٗ منقوش ہو جائے۔

اپنی جگہ کو بغیر استاد کی اجازت کے نہ چھوڑو، اور ایک ہی وقت میں دو کام نہ کرو۔ جس سے تمہارا ذہن دو مختلف سمتوں میں متوجہ ہو کر کسی ایک پر بھی توجہ مبذول نہیں کر سکے گا اور یقیناً دونوں میں خلل پیدا ہوگا۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ جو سبق پڑھایا جا رہا ہے، تمہاری تمام تر توجہ اسی کے مالہ وما علیہ کے سمجھنے پر مبذول ہو اور اس لیے اس حالت میں کسی دوسرے طالب علم کی طرف ملتفت ہونا یا ادھر ادھر دیکھنا آداب درس کے خلاف سمجھا گیا ہے۔

۶۔ جب معلم کوئی سوال پوچھے تو پہلے اس سوال کے مضمون کو اچھی طرح سمجھ لو اور اس کے بعد معقولیت کے ساتھ اس کا جواب دو۔ لیکن خیر الکلام

مَا قَلَّ وَ دَلَّ کے زریں اصُول کو ہمیشہ مدِّ نظر رکھو۔

کسی دوسرے طالب علم سے سوال پوچھا جائے تو اس میں مداخلت نہ کرو اور اُستاد کے بتائے ہوئے فرائضِ درس کو بغیر کسی قسم کے تساہل اور تکاسل کے بجا لایا کرو۔ جس میں سراسر تمہارا اپنا نفع اور فائدہ ہے۔

۷۔ طالب علمی ہی کے زمانے میں اس بات کی عادت ڈالنا چاہیئے۔ کہ ہر ایک چیز میں غایت درجے کی صفائی اور ترتیب کا لحاظ رکھا جائے۔ کوئی چیز گندی میلی نہ ہو اور کسی چیز کو بے محل اور بے جا نہ رکھا جائے۔ ہر ایک کتاب اور کاپی و دیگر اشیا قرینے سے رکھی جائیں۔ ردّی کاغذوں کو بے پروائی سے نہ پھینکا جائے کہ ان کے ٹکڑے جا بجا اُڑتے پھریں اور نہ ہی میز اور کپڑوں پر سیاہی کے دھبّے پڑنے دیں۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس۔

۸۔ قلم اور پَر کے پونچھنے کے لیے کوئی خاص رومال ہونا چاہیئے اور اس بات کی خاص احتیاط رہے کہ سیاہی سے آلودہ قلم کو کپڑوں یا بالوں کے ساتھ نہ پونچھا جائے اور نہ ہی اپنے ہونٹوں سے اس کو چُوس لیا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا صفائی کے اصُول کے خلاف ہونے کے علاوہ مُضرِ صحت بھی ہے۔ اگر بالفرض تمہاری اُنگلیاں یا کپڑا سیاہی سے آلُودہ ہو جائے تو کوشش کرو کہ قریب ترین وقت میں اس کو دھو ڈالو۔

۹۔ مدرسے کی دیواروں پر، اُس کے دروازوں پر اور تختۂ سیاہ پر یا نقشوں پر چاک یا سیاہی کے ساتھ کچھ لکھنا ایک بیہودہ حرکت ہے جس سے تم کو بہر حال پرہیز کرنا چاہیئے۔ بلکہ تمہارا فرض ہے کہ اگر کسی دوسرے طالبعلم

کو اس طرح کرتا ہُوا دیکھو تو ممکن سے ممکن طریق پر اُس کو اِس ناشائستہ فعل سے روکو۔

۱۰۔ ورزشی کھیل مثلاً فٹ بال اور جمناسٹک وغیرہ اگر باقاعدہ کھیلا کرو تو اِس سے تمہارے بدن میں چُستی پیدا ہوگی اور تمہارے جسم کے عُضلات مضبُوط ہوں گے، جس سے تم کو یقیناً لُطفِ زندگی حاصل ہوگا۔ لیکن جیسے کہ ہر ایک چیز میں اِفراط اور تفریط مذموم ہوتی ہے، اسی طرح کھیلوں میں بھی اعتدال کی پابندی لازم ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے وقتِ عزیز کا اکثر حِصّہ کھیلوں کی نذر ہو جایا کرے۔ اِسی طرح گلی کوچوں میں بدتہذیب اور کندۂ ناتراش لڑکوں کے ساتھ کھیلنا اپنی اہانت سمجھو۔

۱۱۔ کبھی اپنے مُنہ سے ایسی بات نہ نکالو جس کو بے ادبی یا گستاخی پر محمول کیا جا سکے۔ ہر ایک بڑے اور چھوٹے کے ساتھ اس کے درجے کے مطابق نہایت اچھی گفتگو کرو۔

۱۲۔ مدرسے میں داخل کیے جانے کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ تم زیورِ علم سے آراستہ ہو اور تمہارے وقتِ عزیز کا ایک ایک لمحہ اِسی کمال کے حاصل کرنے میں صرف ہو۔ اِس لیے تم کو چاہیئے کہ تم بھی اسی کو اپنا نصب العین بنا لو اور تفریح کے اوقات کو چھوڑ کر باقی تمام اوقات میں تمہاری کوششوں کا یہی مرکز رہے۔ چنانچہ بغیر کسی قوی عُذر کے اپنے آپ کو ہرگز مدرسے سے غیر حاضر نہ کرو۔ کیونکہ ایک ہی دن کی تعلیمی کمی کئی دنوں میں بھی پُورا کرنا دُشوار ہوتا ہے۔

۱۳۔ بعض طلبار دورانِ تعلیم میں کسی خاص ڈگری یا ڈپلومہ حاصل کرنے کو اپنا منتہائے کمال خیال کرتے ہیں اور اُن کی بڑی تمنا تکمیلِ تعلیم کے بعد یہ ہوتی ہے کہ ان کو معقول تنخواہ پر کوئی سرکاری ملازمت مل جائے۔ یہ لوگ تعلیم کے اصلی مدعا کو مطلقاً نہیں سمجھتے ہیں۔ تعلیم کا اصلی مدعا یہ ہے۔ کہ انسان خود اپنے لیے اپنی قوم اور اپنے وطن کے لیے مفید ترین فرد ثابت ہو۔ کیونکہ بغیر تعلیم کے کوئی شخص اپنی ذات اور اپنی قوم کو حقیقی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ علم ایک روشنی ہے جس کے ذریعے حقائقِ اشیار کو اپنے اصلی رنگ اور صورت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اور علم ایک طاقت ہے جس کی بدولت انسان بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دے سکتا ہے۔ (اگر تمہیں اس میں شک ہو تو یورپ اور امریکہ کی حالت پر ایک نظر ڈالو کہ علم اور سائنس کے کمالات نے ان کو کس نقطۂ عروج تک پہنچا دیا ہوا ہے۔)

۱۴۔ تکمیلِ علم کے بعد جب تم حصولِ معاش کے اشتغال میں پڑ جاؤ تو بعض بے وقوفوں کی طرح یہ نہ خیال کرو کہ تمہارے تحصیلِ علم کا زمانہ ختم ہو گیا اور اب اس بارے میں مزید ترقی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ علم ایک دریائے بے کراں ہے اور اس لیے جس قدر بھی تم اس میں کمال حاصل کر لو مزید ترقی کے لیے ہمیشہ گنجائش باقی رہے گی۔ لہٰذا اپنے اوقاتِ فراغت کا ایک بڑا حصہ مطالعۂ کتب و جرائد کے لیے وقف کر دو۔ (حضرت علیؓ کا یہ قول کہ:

"اطلبوا العلم من المهد الى اللحد، اُس وقت سے لے کر جب کہ تم گہوارہ میں معصوم بچے ہو اُس وقت تک جب کہ تم کو لحد

میں رکھا جائے ، علم کے طلب کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔"

آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

علم اور تعلّم کے آداب

"طلب العلم فریضۃ علی کلّ مُسلمٍ ومسلمۃٍ۔ (حدیث شریف)

"ہر ایک مسلمان مرد اور عورت پر علم کا طلب کرنا فرض ہے۔"

۱۔ علم سے بصیرت کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں جس سے انسان نیکی اور بدی ، حق اور باطل کو اپنی اصلی صورت میں دیکھ سکتا ہے۔ علم ایک نور ہے جس سے جہل کی تاریکیاں دُور ہو کر انسان کو حقیقی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ وہ انسان کے لیے زینت ہے اور ایک ایسا سرمایہ ہے جس میں کبھی نقصان واقع ہونے کا احتمال تک نہیں۔ وہ ایک ایسا خزانہ ہے جس کو چور نہیں لے جا سکتے ، اور جہاں تم جاؤ تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس سے انسان کو اپنی زندگی کا اصلی لُطف حاصل ہوتا ہے اور تہذیب و تمدّن کی تمام تر خوبیاں اسی علم کے آثار اور نتائج ہیں۔ وہ ایک ایسا جوہرِ بے بہا اور قابلِ قدر کمال ہے ، جس پر آدمی بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ وہ عقل کے لیے صیقل ہے اور ہر ایک ہُنر اسی کی بدولت درجۂ کمال تک پہنچتا ہے۔ اہلِ علم اپنے زمانے میں چراغِ ہدایت ہوتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو اشیا کی حقائقِ نفس الامریہ کا صحیح ادراک کر سکتے ہیں۔ انہی کی برکت سے خیر و شر اور نفع و ضرر کی تمیز دُنیا میں قائم ہے۔ جاہل آدمی اگرچہ بظاہر زندہ ہے لیکن حقیقت میں مُردہ بلکہ اس

سے بھی بدتر ہے۔

۲۔ اگر تم دیکھو کہ کوئی دوسرا شخص تم سے علم میں فوقیت رکھتا ہے تو یہ کوئی شرمندہ ہونے کی بات نہیں ہے۔ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ البتہ یہ بات ضرور شرم کا موجب ہے کہ کسی چیز کا علم تم کو حاصل ہو سکتا ہے لیکن تمہاری غفلت اس سے تم کو محروم کر دے۔

۳۔ طالب علم کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل میں مال و جاہ کی محبت کو جگہ نہ دے۔ کوئی حقیقی صاحبِ علم زرپرست اور نمود پسند نہیں ہو سکتا۔ نخوت اور تکبّر علم کے شایانِ شان نہیں۔ برخلاف اس کے علم انسان کو تواضع اور خوش اخلاقی سکھاتا ہے۔

۴۔ علوم و فنون کے حاصل کرنے میں تدریج کا اصول مدِّ نظر رکھنا چاہیئے ترتیبِ علوم کو ملحوظ رکھیں اور اہم کو غیر اہم پر تقدیم دیں۔ اِس بات کو بخوبی ذہن نشین کر لیں کہ تحصیلِ علم کا اصلی مقصد یہ ہرگز نہیں کہ انسان وکیل، یا ڈاکٹر یا انجنیئر یا جج یا مجسٹریٹ بن جائے اور بس۔ بلکہ تحصیلِ علم کا مدّعا یہ ہے کہ وہ انسانی فرائض کا شناسا ہو اور ہر ایک چیز کی حقیقت کو پہچان لے۔ (جس سے نیکی بدی اور حق و باطل میں تمیز کر سکے)۔ حصولِ علم کو فخر اور مباہات کا ذریعہ نہ بنائے۔ کسی کے ساتھ حسد نہ کرے اور نہ ہی دوسروں کو بنظرِ استحقار دیکھے۔ اس کی بجائے تواضع کو اپنا شیوہ اور شفقت و ہمدردی کو اپنا شعار بنائے اور خلق اللہ کی خدمت اور ان کو فائدہ پہنچانا اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرائے۔

۵۔ بعض لوگ کمال علمی سے خالی ہونے کے باوجود فضیلت اور تفوّق کی ڈینگیں مارتے پھرتے ہیں۔ تم کو ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ سچے اہلِ علم کی مثال پُر از میوہ خوشے کی ہے جو ہمیشہ اپنا سر زمین کی طرف جھکائے رکھتا ہے اور اپنے میوہ سے انسان کے لیے لُطف اور لذّت کا باعث ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے جاہل مغرور کی مثال خالی از میوہ خوشے کی سے ہے جس کا سر آسمان کی طرف اُونچا رہتا ہے لیکن سوائے اس کے کہ دیکھنے والوں کو دھوکے میں ڈالے، اُس سے کسی کو فائدہ حاصل ہونے کی امید نہیں۔ اگر وہ کسی مصرف کا ہے تو یہی کہ اس کو آگ میں جھونکا جائے۔ سعدی علیہ الرحمۃ ٹھیک فرماتے ہیں ؎

تواضع کند ہوشمندے گزین

نہد شاخ پُرمیوہ سر بر زمین

مطالعہ کتب کے فوائد اور اس کے متعلّق ہدایات

۱۔ مطالعۂ کتبِ تواریخ سے انسان قوموں کے عروج اور زوال کا علم حاصل کرسکتا ہے اور ہر ایک قوم کے نامور افراد کے حالاتِ زندگی پڑھ کر اُس سے نہایت اہم اسباق اخذ کرسکتا ہے۔ کتابوں کے اندر تمام عقلائے روزگار کی حکمت اور فلسفے کا لُبِّ لباب موجود ہے اور بڑے بڑے اربابِ دانش کے تجربات اُن میں لکھے ہیں جو انسان کے لیے اُس کے تمام مراحلِ زندگی میں مشعلِ راہ ہوسکتے ہیں۔ قدرت کے عجائبات اور مظاہرِ طبیعت و مادہ کی نیرنگیوں سے اگر تم کو دلچسپی ہے تو وہ کتابیں پڑھو جو سائنس کے مختلف شعبوں پر لکھی

گئی ہیں۔ کتاب انسان کے لیے اُس کی تنہائی کا مونس اور اُس کے غم بھلانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اُس کے مطالعے سے انسان کے ذہن میں نور اور سینے میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ اس سے خیالات میں پاکیزگی، شائستگی اور بلندی آ جاتی ہے اور وہ اپنے ضمیر کی بہتر سے بہتر تعبیر کے ساتھ ترجمانی کرسکتا ہے۔ ایک فاضل کا قول ہے:

"اگر مجھ کو بادشاہی عطا کی جائے اور میری قرارگاہ شاندار محلات اور مسرّت افزا باغوں میں ہو، مجھے ہر ایک قسم کی کھانے پینے کی چیزیں اور شاہی طمطراق حاصل ہو لیکن مجھ کو مطالعۂ کتب سے محروم رکھا جائے تو میں ایسی حالت میں رہنا پسند نہیں کروں گا۔ برخلاف اس کے میں اُس حالت کو ترجیح دوں گا کہ میں جھونپڑی میں رہ کر ایک غریب آدمی کی زندگی بسر کروں، بشرطیکہ مجھ کو مطالعۂ کتب کے بہترین مواقع حاصل ہوں۔"

۲۔ مطالعے کے لیے انتخابِ کتب میں بعینہٖ اُسی طرح کی احتیاط اور غور و تامّل سے کام لیں جو دوستوں کے انتخاب کے متعلق عمل میں لایا جاتا ہے۔ کسی غیر مفید یا مُضر اثرات پیدا کرنے والی کتاب کا مطالعہ کرنا صحبتِ بد سے بدتر خیال کریں۔ ہمیشہ کسی ایسی تصنیف کے مطالعے میں اپنے آپ کو مشغول رکھیں جس سے وہ نتائج پیدا ہو سکیں جن کا مندرجہ بالا پیراگراف میں مجمل طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ مطالعے کے لیے اگر سوچ سمجھ کر کتب انتخاب کی جائیں تو اس میں شک نہیں کہ قلیل مطالعے سے بھی عظیم فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ اِس لیے کتابوں کے انتخاب میں بہت کچھ غور و تامّل اور حزم و

احتیاط استعمال کرنا لازم ہے۔

۱۳۔ بہت سے لوگ اس بات کو اپنا فخر سمجھتے ہیں کہ اُن کے پاس ایک عظیم الشان کتب خانہ موجود ہے جس میں ہر ایک علم و فن کی تصنیفات کا بہترین انتخاب پایا جاتا ہے۔ لیکن یقین کرو کہ جب تک تم اُس کا مناسب طور پر مطالعہ نہیں کروگے اور صرف مطالعہ نہیں (جب تک اس سے کما حقہٗ استفادہ نہیں کروگے، تمہاری مثال وہی ہوگی جس کا ذکر باری تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا ہے ۔ کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا۔

ازاں چہ شُد کہ کتب خانۂ جہاں از تُست
ز علم ہرچہ عمل مے کنی ہماں از تُست

سعدی علیہ الرحمۃ ایسے آدمی کے حق میں فرماتے ہیں

علم چنداں کہ بیشتر خوانی | چوں عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانش مند | چار پائے برو کتابے چند

اُستاد کے آداب

اُقدّم اُستاذی علیٰ نفس والدی
و إن نالنی من والدی الفضل و الشّرف
فذاك مربّی الروح والروح جوهر
وهذا مربّی الجسم و الجسم کالصّدف

ترجمہ :۔ میں اُستاد کا درجہ خود اپنے والد سے مقدّم سمجھتا ہوں اگرچہ مجھ کو اپنے

والد سے ہی فضیلت اور شرافتِ نسبی حاصل ہوئی ہے کیونکہ میرے استاد نے میری روحانی تربیت فرمائی ہے اور والد نے میرے جسم کی پرورش کی ہے اور ظاہر ہے کہ روح بمنزلۂ جوہر کے ہے اور بدن اُس کا صدف ہے۔"

۱۔ اُستاد کا ادب اور احترام ہر وقت ملحوظ رکھو اور باپ سے اس کا حق زیادہ سمجھو، کیونکہ باپ نے تمہارے جسم کی پرورش کی ہے لیکن اُستاد نے تمہاری عقل اور روح کی تربیت فرمائی ہے۔

۲۔ کسی بات میں اُستاد کی مخالفت نہ کرو اور خصوصاً تعلیمی اُمور میں اُس کو اپنا کامل رہنما سمجھو۔ تمہاری مثال ایک جاہل مریض کی ہے جس کو ہر حالت میں حکیم اور ڈاکٹر کی ہدایات کی پیروی کرنا لازم ہے۔ اُس کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ ڈاکٹر کے تجویز کردہ نسخے پر نکتہ چینی کرے۔ اُستاد اور ڈاکٹر میں یہ فرق ہے کہ مؤخر الذکر جسمانی امراض کا علاج کرتا ہے اور اوّل الذکر کا کام یہ ہے کہ وہ تمہاری روحانی بیماریوں (جہل اور اخلاقِ بد) کا علاج کرے۔

۳۔ اپنے اُستاد سے ہمیشہ تواضع اور انکسار کے ساتھ پیش آؤ اور اُس کی خدمت کو اپنا فخر سمجھو۔ ایک حدیث کا مضمون ہے کہ:

"خوشامد کرنا مومن کے اخلاق میں سے نہیں ہے لیکن علم کے طلب میں خوشامد کرنا معیوب نہیں۔"

۴۔ اُستاد کے سامنے نہایت ادب کے ساتھ بیٹھو۔ اُس کی تقریر کو انتہائی توجہ کے ساتھ سنو اور اُس کے مفید نصائح پر ہمیشہ کاربند رہو۔

۵۔ دورانِ تعلیم میں جو بات سمجھ میں نہ آئے اُس کی بابت ضرور سوال کرو لیکن

اُستاد کا ادب و احترام اور حُسنِ عبارت کو مدِّنظر رکھو۔

فضول سوال کبھی نہ کیا کرو۔ جو کچھ پوچھو سوچ سمجھ کر معقولیت کے ساتھ پوچھو۔

اگر تم سے سوال کیا جائے تب بھی انہی امُور کو ملحوظ رکھو اور "پہلے تولو پھر بولو" کے اصول پر عمل کرو۔

۶۔ مدرسہ کے باہر بھی اپنے اُستاد کے ادب اور احترام کو فراموش نہ کرو اور راستے میں کہیں ملاقات ہو جائے تو ادب کے ساتھ سلام کرو اور اس کی تعظیم و تکریم میں کوتاہی نہ کرو۔

ہم درس طلبا کے آداب

۱۔ اپنے ہمدرس طلبار کے ساتھ بھائیوں کا سا سلوک کرو۔ بشّاش چہرے سے کے ساتھ اُن سے ملو نرمی اور بردباری کے ساتھ اُن سے گفتگو کرو اور ان کے رنج اور خوشی کو اپنا رنج اور خوشی تصوّر کرکے اِن کے ساتھ شریکِ رنج و راحت رہو۔

۲۔ اگر کسی طالب علم میں کوئی بُری خصلت تم کو نظر آئے تو پہلے اُس کو مخلصانہ نصیحت کرو اور اگر اس پر وہ باز نہ آئے تو اُس کی صحبت سے پرہیز کرو۔ انسان کی طبیعت میں دوسروں سے اخلاق چُرا لینے کا مادہ موجود ہے اور اسی لیے حکماء نے ہم نشین کے انتخاب کے متعلق غایت حزم و احتیاط کی تاکید کی ہے۔

۳۔ اپنے ہم درس طلبار اور ہمسروں پر کسی قسم کی بڑائی کا اظہار نہ کرو اور

نہ ہی اپنے عُلوِ نسب یا اپنے باپ کی جائیداد وغیرہ سے تفاخر کرو۔ بلکہ ہر ایک کے ومہ کے ساتھ تواضع اور انکسار سے پیش آؤ۔ ملنسار اور خوش اخلاق ہو جس کا نتیجہ تمہاری ہردلعزیزی ہوگی۔ لیکن اگر تم اپنی خرافات سے اُن کو پریشان کروگے یا اُن سے تحقیر اور استہزاء کے ساتھ پیش آؤگے یا کوئی ایسی بات کہوگے جس سے اُن کے دلوں میں کدورت پیدا ہو تو یقیناً یہ باتیں تمہاری غیر ہردلعزیزی بلکہ باہمی نفرت اور عداوت کا موجب ہوں گی۔

طالب علموں کو چاہیئے کہ اُن کی مجالس اُنس اور محبّت کی مجلسیں ہوں اور اُن کی باہمی گفتگو کا موضوع عموماً کوئی علمی مذاکرہ ہو۔

۴۔ تم کو چاہیئے کہ مدرسے میں کسی قسم کی دھڑابندی اور منافرت کا بیج بونے سے سخت احتراز کرو اور نہ ہی جلوسوں اور مظاہروں میں شریک ہو کر اپنے مقاصدِ علمی کو نقصان پہنچاؤ۔

۵۔ مدّتِ تعلیم کے ختم ہو جانے اور مدرسہ چھوڑنے کے بعد بھی اپنے اُن طالب علم رفقاء کو مت بھلاؤ جنھوں نے تمہارے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے بیٹھ کر تعلیم پائی ہے۔ ان کے ساتھ اُسی طرح محبّت اور اخلاص کے ساتھ پیش آؤ اور ہمدردی کے موقعے پر اُس کے اظہار سے دریغ نہ کرو۔
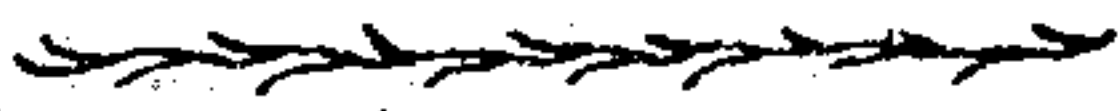
آدابِ صحبت اور دوستوں کا انتخاب

تمسّك ان ظفرت بذيل حُرٍّ

فانّ الحُرَّ فی الدنیا قلیل

ترجمہ:۔ اگر تم کسی شریف آدمی کی دوستی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو مضبوطی کے ساتھ اس کے دامن کو پکڑ لو کیوں کہ دُنیا میں شریف دوست کا ملنا بہت دشوار ہے۔

۱۔ سچا دوست اور مصاحب رنج و راحت کی دو متضاد حالتوں میں انسان کے لیے دست و بازو کا کام دیتا ہے۔ مُصاحبت اور دوستی کی بناد فواید کے باہمی مبادلہ پر ہے اور اسی لیے تم دیکھوگے کہ بڑے اور چھوٹے کی دوستی اکثر اوقات کچھ زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتی۔ تم کو چاہیئے کہ حتی الامکان اپنے ہمعمروں کے ساتھ دوستی کا رشتہ مستحکم کرو۔

۲۔ دوستی کے استحکام کا تمام تر مدار باہمی اُلفت پر ہے۔ جس قدر اُلفت زیادہ ہوگی اتنا ہی دوستی کو زیادہ مضبوط اور پائیدار خیال کرو۔ لیکن اگر اُس کی بنا خود غرضی پر ہو تو اس کو بجائے دوستی کے فریب کاری اور منافقت کے نام سے تعبیر کرنا زیادہ موزوں ہوگا۔ تم کو چاہیئے کہ تمہاری دوستی خود غرضی سے پاک ہو۔

۳۔ عربی میں ایک شعر ہے کہ ؎

عن المرء لا تسئل و سل عن قرینہ
فکل قرینٍ بالمقارن یقتدی

(یعنی) کسی آدمی کا حال معلوم کرنا ہو تو اُس کی بابت مت پُوچھو۔ اُس کے دوستوں اور ہم نشینوں کا حال دریافت کر لو۔ کیونکہ ہر ایک شخص اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے۔)

اِس لیے دوستوں کے انتخاب میں نہایت ہی حزم اور احتیاط سے کام لو۔ دوستی کے لیے ہمیشہ کسی ایسے شخص کو انتخاب کرو جو نہایت ہی شریف النفس، خوش اخلاق اور فرائض مذہبی کا پابند ہو اور ہر ایک معاملے میں اُس کی رائے صائب ہو۔ تمہاری محبّت اور اخلاص کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے جس کے لیے انقلابِ زمانہ اور اُس کے مصائب واجباتِ دوستی کی بجاآوری سے مانع نہ ہوں۔ اگر وہ تمہارے قریب ہے، جب بھی وہ تمہارے حقوق سے غافل نہ ہو اور اگر دُور ہے تب بھی غائبانہ تمہارے حقوقِ دوستی کو ملحوظ رکھے۔ تم کو وہ کسی حالت میں بُھلائے نہیں اور تنگدستی اور احتیاج کے وقت میں تمہاری دستگیری کرے ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست
در پریشاں حالی و درماندگی
دوست مشمار آں کہ در نعمت زند
لافِ یاری و برادر خواندگی

الغرض اُس کی دوستی زبانی جمع خرچ تک محدود نہ ہو بلکہ اُس کا فعل اُس کے

قول سے بڑھ کر ہو۔ وہ اپنے بہت بڑے احسان کو جو اُس نے تمہارے ساتھ کیا ہے ایچ سمجھے اور تمہارے تھوڑے سے احسان کو بھی بہت بڑا خیال کرے اگر تمہیں خوش قسمتی سے کوئی ایسا دوست مل جائے تو اس کو نعمت عظمےٰ سمجھو اور ایسے دوست کو اپنی غفلت یا کوتاہی سے ضائع نہ کر بیٹھو۔ کبھی اس کو اپنی طرف سے شکایت کا موقعہ نہ دو اور مرتے دم تک اس کے ساتھ رابطۂ اتحاد قایم رکھو۔ (اشعارِ مندرجۂ عنوان میں ایسے ہی دوست کے رشتۂ دوستی کو مضبوط رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔)

۴۔ اگر کوئی شخص تمہارے حق میں خیرخواہی اور دوستی کا اظہار کرے تو اس کو دوستِ باصفا خیال کر لینے میں جلدی نہ کرو اور نہ ہی کسی کو دشمن سمجھ لینے میں تعجیل کیا کرو۔ علاوہ ازیں کسی دوست کی دوستی اور کسی بدخواہ کی دشمنی میں غُلو (حد سے زیادہ مبالغہ) نہ کرو۔ اس بات کی حکمت اور فلاسفی کو سرورِ ہر دو جہاں علیہ افضل الصلوٰۃ و السلام نے اپنے کلام معجز نظام میں اس طرح واضح فرمایا ہے :-

"احبب حبیبك حبًّا مقاربًا فعسٰی ان یکون بغیضك یومًا ما و ابغض عدوك بغضاً مقاربًا فعسٰی ان یکون حبیبك یومًا ما۔"

ترجمہ :- "اپنے دوست کی محبت میں اعتدال سے تجاوز مت کرو۔ ممکن ہے کہ کسی دن وہ تمہارا دشمن بن جائے اور اپنے دشمن کے ساتھ دشمنی کرنے میں بھی افراط کر کے حدِ اعتدال سے نہ بڑھو۔ کیونکہ احتمال ہے کہ کسی دن وہ تمہارے احباب کے زُمرہ میں داخل ہو۔"

۵۔ خود غرض شخص کی دوستی پر کبھی اعتماد نہ کرو اور نہ ہی اندھوں کی طرح اس کے قول کا اعتبار کرو۔ کیونکہ اگرچہ ممکن ہے کہ وہ درحقیقت اظہارِ دوستی میں سچا ہو لیکن نظر بہ حالاتِ زمانہ اس بات کا بہت زیادہ احتمال ہے کہ اس کا اظہارِ خلوص خود غرضی پر مبنی ہو۔ جیساکہ شاعر نے کہا ہے ؎

بدنفس مباش و بدگماں باش
وز فتنۂ و مکر در اماں باش

بہرحال تم کسی ایسے آدمی کے ساتھ دوستی نہ کرو جس کے خلوص کو تم نے مکرر نہ آزمایا ہو اور تم کو اُس پر پُورا اعتماد نہ ہو۔ کیونکہ بغیر دوست کے رہنا بہتر ہے بمقابلہ اس کے کہ کسی ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو جو لائق اعتماد نہیں +

۶۔ اپنے دوستوں سے ہمیشہ پیار اور محبت کے ساتھ پیش آؤ۔ کیونکہ اُلفت دوستی کی روح و رواں ہے اور جس کا کوئی دوست نہیں اُس کی زندگی بے لُطف اور وبالِ جان ہے۔ اگر تمہارے دوست سے کوئی لغزش صادر ہو تو تم کو چاہیئے کہ فوراً اُس سے ناراض نہ ہو جاؤ۔ تعجیل کرنے کا نتیجہ ندامت ہے۔ عقلمند آدمی ہر ایک معاملے میں غور و تأمّل کو استعمال کرتا اور آہستگی کے ساتھ سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کرتا ہے :۔

"العجلۃ من الشّیطان و التانّی من الرّحمان"

"جلدی کرنا شیطان کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ آہستگی کو پسند کرتا ہے۔"

۷۔ غصّے میں آکر کسی دوست کے روابطِ اتحاد کو خیرباد نہ کہہ بیٹھو بلکہ صبر اور

تحمّل اور رواداری سے کام لو۔ ؎

من ذاالذی ما ساءَ قطُّ

ومن لہ الحسنیٰ فقط

(وہ کون دوست ہے جس نے کبھی بُرائی کا ارتکاب نہیں کیا اور جس کے نامۂ اعمال میں نیکی ہی نیکی ہو۔)

دوستی میں ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرنا اور اپنے دوست کے حاجات اور ضروریات میں ہاتھ بٹانا بقار مؤدّت اور ازدیادِ محبّت کا گُر ہے۔

۸۔ اس میں شک نہیں کہ اشرار کے ساتھ صحبت رکھنا اور اُن کے ساتھ تعلّقات قایم کرنا سراسر نقصان اور مضرّت ہے، تاہم ان کے ساتھ دشمن کا سا سلوک کرنا بھی قرینِ صواب نہیں۔ ان کے ساتھ ہی نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کرو، اور شفقت و ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ اور جہاں تک ہو سکے اُن کی عادات اور اخلاق کی اصلاح میں کوشاں رہو۔
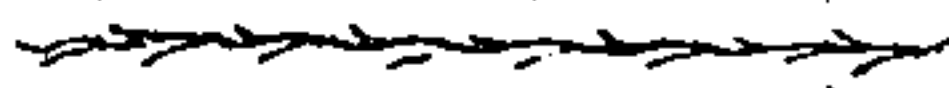
آداب اعضا و جوارح

چہرے کے آداب

تم کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے چہرے کو بشاش رکھو۔ ترش روئی سے سخت اجتناب کرو اور جب کسی کو مخاطب بناؤ تو حالتِ خطاب میں اِدھر اُدھر اپنے مُنہ کو نہ پھیرو اور مخاطب کو گھُور کر یا ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے پرہیز کرو۔ ہر ایک چیز کو بنظرِ قناعت دیکھا کرو اور اگر دیکھو کہ کسی کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کسی نعمتِ خاص سے سرفراز فرمایا ہے تو ہرگز اپنے دِل میں حسد کا خیال نہ آنے دو۔

مُنہ کے آداب

۱۔ اگر تم کسی شادی کی تقریب یا کسی دوسری محفل میں شریک ہو تو متانت کے ساتھ گفتگو کرو اور ہنسی مذاق میں حدِّ اعتدال سے تجاوز نہ کرو۔

۲۔ اگر تمہارا مخاطب کوئی ایسا شخص ہو جو غم و اندوہ میں مبتلا اور مصیبت زدہ ہے تو اُس کے سامنے ہنسنے اور مسکرانے سے پرہیز کرو۔ مناسب الفاظ میں اس کے غم و اندوہ کو کم کرنے کی کوشش کرو اور اُس سے تسلّی آمیز باتیں کہو۔

۳۔ بولتے وقت اپنی آواز کو بلند نہ کرو اور نہ ہی بہت آہستہ بولو، بلکہ تمہاری آواز کی بلندی اور عدمِ بلندی بقدرِ ضرورت ہو۔

۴۔ عربی میں ایک نہایت معنی خیز مقولہ ہے: "المرء باصغریہ (انسان کی انسانیت اور اُس کا کمال سب سے دو چھوٹی چیزوں پر موقوف ہے یعنی دل اور زبان)۔

زبان انسان کے لیے اپنے مافی الضمیر کے تعبیر کرنے کا آلہ ہے اور تکلّم ہی سے اُس کا درجۂ فضیلت معلوم ہو سکتا ہے۔

زبان ایک کسوٹی ہے۔ جس سے انسان کی تہذیب کی حقیقت اور اس کے پوشیدہ اخلاق کی کیفیت معرضِ ظہور میں آتی ہے۔ اِس لیے تمہیں اپنی زبان کو اس طرح استعمال کرنا چاہیئے جس سے تمہاری عقل و تہذیب اور اخلاق کا بلند پایہ ہونا معلوم ہو۔

۵۔ بعض لوگ اپنی زبان کو ہونٹوں پر پھیرتے رہتے ہیں یا اپنے ناخنوں کو دانتوں سے کاٹتے ہیں، ایسا کرنا آداب کے خلاف ہے اور اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔

لوگوں کے سامنے ڈکار لینا مذموم سمجھا گیا ہے — اگر جمائی غلبہ کرے تو اپنے مُنہ کو رومال سے یا ہاتھ سے ڈھانپ لینا چاہیئے۔

اسی طرح کھانسی آئے تو مُنہ کو ایک طرف پھیر لینا چاہیئے۔

جمائی لینے اور کھانسی کے وقت میں سلسلۂ کلام کو روک دینا لازم ہے اور اگر بار بار کھانسی اُٹھے یا جمائی لینے کی ضرورت محسوس ہو تو مجمع سے نکل

کر چلے جانا مناسب ہوگا۔

بعض لوگ اس طرح بے احتیاطی سے بولتے ہیں کہ بولتے وقت اُن کے مُنہ سے تھوک کے چھینٹے نکل نکل پڑتے ہیں۔ اس سے پرہیز کرنا اپنا ادبی فرض خیال کرو۔ لوگوں کے سامنے زمین یا دیوار پر مت تھوکو۔ بلکہ یا تو اوگالدان میں تھوکو یا اگر مجلس میں کوئی اوگالدان نہیں تو رومال میں تھوک لو (جس کو بعد میں صاف کر لیا جائے) یا اُٹھ کر مجلس کی حدود سے باہر تھوک آؤ۔

۶۔ تمباکو پینے سے سخت احتراز کرو۔ اس سے مُنہ میں ایسی بدبُو پیدا ہوتی ہے کہ جو شخص اس کا عادی نہ ہو اُس کو اس سے سخت نفرت ہوتی ہے۔ تمباکو کا استعمال صحت کے لیے سخت مُضر ہے اور خصوصاً پھیپھڑوں اور حلق کی نالیوں پر اس کا بہت ہی خراب اثر پڑتا ہے۔ تمام ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہے کہ تمباکو پینا عمر کو کم کر دیتا ہے اور اس سے مختلف قسم کے خطرناک امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اگر بحساب اوسط تم صرف ایک آنہ بھی روزمرہ سگرٹ یا تمباکو کے پینے پر خرچ کرو تو تم نے سال بھر میں گویا چوبیس روپلے خرچ کیے۔ جو ایک معقول رقم ہے۔ اور اگر صحیح مصرف پر اس کو خرچ کیا جائے تو اس سے کئی قسم کے بڑے بڑے کام نکل سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر تمباکو پینے والا اسراف اور تبذیر کا مرتکب ہے۔ جس کے مرتکب کو اللہ تعالٰے نے اپنے کلام پاک میں شیطان کا بھائی فرمایا ہے۔

اکثر تمباکو نوش اس کے مضرِ صحت اثرات اور اس کے داخلِ اسراف و تبذیر ہونے کو بخوبی محسوس کرتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ اس موذی کے پنجے سے نجات حاصل کریں۔ لیکن عادت کی آہنی گرفت ان کو کب ایسا کرنے دیتی ہے! ان کے حال پر یہ بات صادق آتی ہے:

الآن قد ندمت و ما ینفع الندم

"اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت۔"

تم نوجوانوں کو چاہئے کہ شروع ہی سے اس مذموم عادت کو اپنے اُوپر مسلّط نہ ہونے دو اور تمباکو کے ضرر رساں نتائج کا ابتداء ہی میں خیال کر کے اس کا سدِ باب کرو اور آپ اپنے پیر پر کلہاڑی مارنے کے مُرتکب نہ بنو۔ ؏

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

والعاقل تکفیہ الاشارہ۔

ناک کے آداب

ا۔ لوگوں کے سامنے اپنی ناک کو ہاتھ لگانے اور نتھنوں میں اُنگلیاں ڈالنے سے پرہیز کرو۔ اگر ناک صاف کرنا ہو تو مُنہ ایک طرف کر کے ایسا کرو اور اپنے ہاتھ کو گنواروں کی طرح دیوار سے یا کپڑوں سے نہ پونچھو بلکہ آہستگی کے ساتھ بغیر آواز نکالنے کے رومال سے صاف کرو۔

۴۔ چھینکتے وقت حاضرین سے منہ پھیر لینا اور اپنے منہ پر رومال ڈال لینا چاہیئے۔

کان کے آداب

۱۔ کانوں کے پیدا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ مفید باتیں ان سے سنو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا کلام سننا اور اس پر عمل کرنا کانوں کے پیدا کیے جانے کے مقصد کو پورا کرتا ہے۔

اسی طرح والدین، اُستاد اور دوسرے بزرگوں کا پند آمیز کلام سُننا اور ان کی تعلیم و تلقین سے مستفید ہونا کان کے آداب میں سے ہے۔ اپنے کان کو بُرے کلام اور خرافات کے سُننے سے بچائے رکھو۔ کیونکہ ایسی باتوں کے سننے سے انسان کی ذہنیت پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ جس کا مٹانا سخت دشوار ہوتا ہے۔

۲۔ اگر کسی کو دوسرے کی چغلی کھاتا ہوا یا اس کی غیبت کرتا ہوا سنو تو اُس کے ساتھ اس فعلِ مذموم میں ہرگز شرکت نہ کرو۔ اگر وہ تم سے چھوٹا یا تمہارے برابر ہے تو نہایت معقولیت کے ساتھ اس کو اس سے منع کرو۔ لیکن اگر وہ تم سے بڑا ہے اور ادب کا لحاظ اس کی مخالفت کرنے سے مانع ہے تو ایسی حالت میں کم از کم خاموش رہنا چاہیئے۔ بہرحال تم خود کبھی چغلی اور غیبت جیسی کمینہ حرکات پر اقدام نہ کرو۔

۳۔ پسِ دیوار یا پسِ پردہ دوسروں کی پوشیدہ باتیں سننے کی ہرگز کوشش

نہ کرو۔ کیونکہ یہ ایک مجرمانہ خیانت ہے اور کسی شریف آدمی کے شایانِ شان نہیں۔ اگر تمہارا ضمیر گناہوں کی نجاست سے آلودہ نہیں ہے تو اس میں شک نہیں کہ خود تمہارا ضمیر تم کو ملامت کرے گا۔

۴۔ طرب انگیز نغمات کا سننا اگرچہ کانوں کو لذیذ اور خوشگوار معلوم ہوتا ہے لیکن رفتہ رفتہ یہ شوقیہ سننا علت بن جاتا ہے (جس کو ہیبٹ اردو میں غالباً لت پڑنا کہتے ہیں) جس کا نتیجہ توجہ کی اُدھر مصروفیت، وقت کی تضیع، پراگندگیٔ خاطر اور حواس کا تکدّر ہوتا ہے، جس کی بُرائی ارباب بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔

آدابِ سر

اپنے سر کو بے ضرورت کسی ایک طرف مائل رکھنے کی عادت نہ ڈالو۔ پڑھنے یا لکھنے کے وقت ہلنے سے پرہیز کرو۔ لوگوں کے سامنے سر کھجانا ادب کے خلاف ہے۔ اسی طرح دوسروں کے سامنے سر کو ننگا مت رکھو۔ اور اگر تم اپنی خلوت گاہ میں ننگے سر بیٹھے ہو اور کوئی تمہاری ملاقات کو آجائے تو اپنے سر پر ٹوپی رکھ لیا کرو۔

ہاتھ پاؤں کے آداب

۱۔ جب کوئی شخص تمہارے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے تو فوراً اپنا دایاں ہاتھ اُس کے لیے بڑھا دو۔

۲۔ اپنے ہاتھ سے کسی کو ایذا اور تکلیف نہ دو اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ حدیث مبارک ہمیشہ یاد رکھو جس میں ایک سچے مسلمان کی جامع مانع تعریف کی گئی ہے:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔ حقیقی مسلمان وہی ہے جس کی زبان سے کسی کو ایذا نہ پہنچے اور جس کا ہاتھ کسی کو تکلیف دینے کا باعث نہ ہو۔)"

۳۔ اپنے ہاتھ کو کسی ایسی چیز کے لیے ہرگز مت بڑھاؤ جس کے لینے کا تم کو شرعاً اور عقلاً حق حاصل نہیں۔

۴۔ مجلس میں اپنے ہاتھوں سے کھیلتے رہنا، انگلیوں سے چٹخارے نکالنا اور لوگوں کے سامنے ناخن لینا ادب کے خلاف ہے۔ نیز کسی دور کے آدمی کی طرف اپنے ہاتھ سے یا انگلی سے اشارہ نہ کرو جس کو عام طور پر مذموم سمجھا جاتا ہے۔ (دوسروں کے جذبات اور احساسات کا بہرحال خیال رہنا چاہیے۔)

۵۔ چلنے میں ہمیشہ اعتدال کو مدِنظر رکھو۔ بہت تیزی کے ساتھ یا ضرورت سے زیادہ آہستہ چلنے سے پرہیز کرو اور چلتے وقت اِدھر اُدھر نظر مت ڈالو۔ کسی شاعر نے اس کی قباحت کو اس پیرائے میں ظاہر کیا ہے ؎

رسم سگان است بہر سو نگاہ
شیر سر افگندہ کند قطع راہ

۶۔ اکڑ کر چلنے کو اللہ تعالےٰ نے اپنے کلامِ پاک میں سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝

"زمین پر اکڑ کر مت چلا کرو (تم نے اپنے زعمِ باطل میں اپنے آپ کو کیا سمجھ رکھا ہے) کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہارے قدموں کے تلے زمین پھٹ جائے گی؛ یا (تم اکڑ کر اس قدر پھُول جاؤ گے کہ) پہاڑ بھی تمہارے سامنے ہیچ نظر آنے لگیں گے؛ (نہیں ہرگز نہیں۔)"

تم ہرگز زمین کو نہیں پھاڑ سکتے اور نہ ہی پہاڑوں کی بلندی کا تم مقابلہ کر سکتے ہو۔

(حکایاتِ لقمان میں بیل اور مینڈک کی کہانی اگر تمہیں یاد ہے تو اس محاورے کو بخوبی سمجھ جاؤ گے۔ مترجم)

۷۔ سڑک کے درمیان میں پیدل نہ چلا کرو بلکہ ہمیشہ کسی ایک طرف چلنا اختیار کرو۔ اس طرح گاڑی یا موٹر کے ساتھ ٹکر کھانے کا اندیشہ نہیں ہوگا۔ اور ہر وقت کبھی ادھر کبھی اُدھر ہو جانے کی زحمت سے بچے رہو گے۔

۸۔ جب تم دو آدمیوں کو راستے میں جھگڑتے ہوئے دیکھو تو کسی کی بھی جانبداری نہ کرو بلکہ جہاں تک ہو سکے اُن سے الگ تھلگ ہی رہو اور اُن کے درمیان میں بالکل دخل نہ دو۔ کیونکہ جھگڑے میں کسی ایک زاید آدمی

کا شریک ہو جانا بھی مزید پیچیدگی کا موجب ہوتا ہے۔ (میرے خیال میں یہ ہدایت صرف راستے میں جھگڑنے والوں تک محدود نہیں بلکہ اس کو آداب عامہ کا ایک جزو شمار کرنا چاہیے۔ مترجم)۔

۹۔ چلنے کے لیے صاف ستھرا اور پاکیزہ راستہ اختیار کیا کرو اور قربِ مسافت یعنی قلتِ فاصلہ کے خیال سے تنگ اور غلیظ راستوں میں چلنے کو اس پر ترجیح نہ دو۔ کیونکہ بدبودار چیزوں کی بوئے بد اور کثیف ہوا کی وجہ سے دماغ پریشان ہونے کے علاوہ ایسی مزاحمتیں بھی پیش آتی ہیں جن سے آدمی کو امرِ مقصود کے بجا لانے میں بڑی دیر اور تاخیر پیش آجاتی ہے۔ کپڑوں کے خراب اور ناپاک ہونے کا بھی اکثر اندیشہ ہوتا ہے اور ایسے راستوں میں چلنا مُضرِ صحت اور بعض بڑے شہروں میں خطرناک بھی ہوتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ع

راہِ راست برو گرچہ دُور است

الغرض اس اصُول کو خوب یاد رکھو کہ سب سے چھوٹا اور مختصر راستہ درحقیقت وہی ہے جس پر عام آمد و رفت ہوتی ہو اور وہ صاف ستھرا اور پاکیزہ ہو۔

۱۰۔ بھیڑ بھاڑ کے وقت میں کسی آدمی یا دیوار کے ساتھ ٹکر کھانے سے احتیاط رکھو۔ اگر اس قسم کا کوئی خطرہ پیش آئے تو تھوڑی دیر کے لیے ایک طرف ہو کر کھڑے ہو جایا کرو۔ یہاں تک کہ سہولت کے ساتھ گزر سکو۔ نیز اژدحام (بھیڑ) کے موقعے پر اپنی جیب کو محفوظ رکھنے کا خوب خیال رکھو

اور گاڑی وغیرہ کے خطرے سے بچنے کو لازم سمجھو ÷

(۱۱) جب دیکھو کہ سامنے سے کوئی بوڑھا آدمی آ رہا ہے یا کوئی آدمی بوجھ اُٹھائے ہوئے ہے تو اوّل الذکر کے احترام کے لیے اور مؤخّر الذکر کی تکلیف کو کم کرنے کے لیے ان کے سامنے سے ہٹ جایا کرو ÷

(۱۲) جب راستے میں جان پہچان کے لوگوں سے ملاقات ہو تو علیٰ حسب مراتب با تعظیم اور اخلاص کے ساتھ ان کو سلام کرو اور اگر کسی نے سلام کرنے میں پیش دستی کی تو اس کا جواب بشاشت کے ساتھ بہترین الفاظ میں دو جس سے تمہارا اخلاص ظاہر ہو اور اگر وہ شخص تم سے بڑا ہے تو بزرگانہ تعظیم کے ساتھ اس کے آداب بجا لاؤ ÷

۱۳۔ راستے میں کوئی چیز کھانا ادب کے خلاف سمجھو ÷

۱۴۔ راستے میں یا اس کے بہت قریب پیشاب کرنے سے احتراز کرو۔ کیونکہ یہ خلافِ ادب ہونے کے علاوہ صحتِ عمومیہ کے لیے بھی مُضر ہے ÷

۱۵۔ جب تم کو راستے میں کسی ایسے آدمی کے ساتھ چلنے کا اتفاق ہو جو تم سے عمر میں بڑا ہے تو اس کے دائیں طرف چلو اور اگر وہ تمہارا بزرگ ہے یا کوئی جلیل القدر آدمی ہے تو چند قدم کے فاصلے پر اُس کے پیچھے پیچھے چلو اور جب وہ کوئی بات کہے تو اُس کے سننے کے لیے تعظیماً کسی قدر جُھک جایا کرو ÷

۱۶۔ جب تم گاڑی پر سوار ہونے لگو تو اگر تمہارے ساتھ کوئی ایسا شخص موجود ہے جو تم سے عمر میں یا مرتبہ میں بڑا ہے تو اس کو پہلے سوار ہونے

دو اور اُترنے کے وقت پہلے اُتر کر اُترنے میں اُس کی مدد کرنے کے لیے موجود رہو۔

۱۷۔ اپنے پاؤں کو کسی نامناسب امر کی انجام دہی کے لیے استعمال نہ کرو۔ (مثلاً چل کر کسی عدالت میں جھوٹی گواہی دینا۔ محفل رقص و سرود اور ایسی دیگر مخرب اخلاق مجالس میں شریک ہونا وغیرہ)۔

۱۸۔ جب تم کسی دوسرے شہر میں جانا چاہو تو سب سے پہلے ریلوے ٹائم ٹیبل سے آگاہی حاصل کرو۔ جس گاڑی میں تم کو جانا ہے اس کے مقررہ وقتِ روانگی سے نصف گھنٹہ پیشتر سٹیشن پر پہنچ جایا کرو تاکہ اطمینان کے ساتھ ٹکٹ لے سکو اور بیٹھنے کے لیے خاطر جمعی کے ساتھ جگہ تلاش کر سکو۔ جگہ مل جانے پر اپنے اسباب اور سامان کو ترتیب کے ساتھ رکھو اور چیزوں کا عدد یاد رکھو جس سے تم کو بوقتِ ضرورت اسباب کا جائزہ لینے میں آسانی ہوگی۔

بیٹھنے میں کسی دوسرے مسافر کو تکلیف نہ دو اور ہر ایک کے ساتھ نرمی اور ملاطفت سے گفتگو کرو۔

اُترنے میں جلدی نہ کرو اور جب تک گاڑی پورے طور پر نہ ٹھہر جائے اس سے اُترنے کا قصد نہ کرو۔

قلی اور ٹانگہ کا نمبر معلوم کرنے اور یاد رکھنے میں تساہل نہ کرو۔

آداب جلوس

۱۔ حدیث شریف کا مضمون ہے :

گزرگاہِ عام میں بیٹھنے سے پرہیز کرو اور اگر بیٹھنا پڑ جائے تو راستے میں بیٹھنے کے حقوق ملحوظ رکھو، یعنی نادیدنی امور سے اپنی آنکھوں کو بند رکھو۔ کسی راہ گزر کو کسی قسم کی تکلیف نہ دو۔ سلام کا جواب دیا کرو اور امر بالمعروف کا فرض ہرگز نہ بھولو۔

۲۔ مجلس میں ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھ کر مت بیٹھو۔ پاؤں مت ہلاؤ۔ اور نہ ہی ان کو زمین سے ٹھکراتے رہو۔

۳۔ جب تک بیٹھے رہو متکلم کی بات کا دھیان رکھو اور اپنی آواز کو اُس کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ ہی بے ضرورت ہنس پڑا کرو۔

۴۔ ایسی بات ہرگز نہ کہو جو اُس مجلس اور مقام کے لائق نہیں۔ دوسرے کی بات نہ کاٹو اور حاضرین کے احترام کو ہر وقت مدِّ نظر رکھو۔

۵۔ اپنی خودداری (SELF RESPECT) قائم رکھو اور یاد رکھو کہ آدمی کی حیثیت لوگوں کی نظر میں بھی وہی ہوتی ہے جہاں خود آدمی اپنے آپ کو رکھنا پسند کرتا ہے۔ لیکن خودداری نخوت اور تکبّر کی حد تک نہ پہنچنے پائے اور اس میں اور جاہ طلبی میں جو فرق ہے وہ ضرور ملحوظ رہے۔

کھانے کے آداب

۱۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر اُن کو تولیہ سے خشک کرو۔ دسترخوان پر بیٹھنے میں ذرا توقف کرو کہ جو تم سے بڑے ہیں وہ پہلے بیٹھ جائیں۔ دسترخوان پر بیٹھ کر اِدھر اُدھر نظر مت ڈالو اور ابھی کسی قدر کھانے کی اشتہاء باقی ہو تو ہاتھ کھینچ لو۔

۲۔ دسترخوان سے نہ تو بہت نزدیک بیٹھو اور نہ بہت دُور۔ ایسے مناسب فاصلے پر نشست اختیار کرو کہ کھاتے وقت ہاتھ کو آزادی کے ساتھ حرکت دے سکو اور کسی دوسرے آدمی کو تکلیف نہ ہو۔ لقمہ لیتے وقت دسترخوان پر بہت کم جھکو۔ (زیادہ نہ جھکو)۔

۳۔ کھانا دہنے ہاتھ سے کھاؤ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر شروع کرو۔ اور کھانا ختم کر لینے کے بعد الحمدللہ ربّ العٰلمین کہہ کر اپنے رازق سُبحانہٗ و تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

۴۔ جلدی جلدی مت کھاؤ اور لقمے کو خوب چباؤ۔ اپنے ہاتھ اور کپڑے کو آلودہ کرنے سے احتیاط رکھو۔ دوسرے کے آگے سے کوئی چیز مت اُٹھاؤ۔ اور اگر کسی رکابی کا کھانا تمہیں پسند نہ ہو تو بغیر کسی قسم کی کراہت کا اظہار کرنے کے اس کو چھوڑ دو۔ (نہ کھاؤ)۔

۵۔ اعتدال سے زیادہ کھانا صحت کے لیے سخت مضر ہے۔ ہر ایک چیز میں

اعتدال کو مدِنظر رکھنے سے کسی انسان کی عقلمندی ظاہر ہوتی ہے۔ کھانے کے متعلق سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ زرّیں مقولہ یاد رکھنے کے قابل ہے :-

خوردن ز بہرِ زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہرِ خوردن است

۶۔ کھانے کے وقت مناسب بات چیت کرنا فعلِ ہضم کا معاون ہے۔ البتہ سختی سے بولنا اور غصہ آمیز کلام کرنا ہاضمے کے فعل کو روک دیتا ہے۔ اگر کسی کو جھڑکنا یا ملامت کرنا چاہو تو کھانے کے وقت اُس سے احتراز کرو۔ اور کسی دوسرے وقت پر اس کو ملتوی کرو۔

۷۔ کھانے کے وقت کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس سے تمہارے ساتھیوں کے دل میں تمہاری طرف سے نفرت پیدا ہو۔

۸۔ کھانے کے بعد ہاتھ مُنہ کو فوراً دھونا لازم ہے۔ اگر کوئی مرغن کھانا کھایا ہے تو صابون بھی استعمال کرو اور اپنے دانتوں کو خوب صاف کرو۔ کھانا کھا کر تھوڑا سا آرام کر لینا ایک پسندیدہ امر ہے۔

۹۔ سادہ غذا جس کے کھانے والوں کے دل آپس میں صاف اور خوش ہوں، اُس مکلّف کھانے سے بدرجہا بہتر ہے جبکہ دلوں میں بُغض اور عداوت موجود ہو۔ اسی طرح اطمینان کے ساتھ نانِ خشک تناول کرنا انواع و اقسام کے اُن لذیذ کھانوں سے بہتر ہے جب کہ دل قسم قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہو۔ اِس لیے جہاں تک ہو سکے اپنے دل کو صاف اور خوش رکھو اور حکن سے حکن کوشش کے ساتھ کدورت اور تشویش کو اپنے سے دُور رکھو +

ضیافتِ ولیمہ کے آداب

(الف)

۱- ضیافت دینے والے کو چاہیئے کہ جن کو بُلانا مقصود ہے اُن کو زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دے تاکہ تاریخ اور وقتِ مقررہ اُن کے ذہن سے اُتر نہ جائے۔

۲- جس کو بلایا گیا ہے، جب وہ حاضر ہو جائے تو نہایت خوش اخلاقی اور احترام و توقیر کے ساتھ اُس کا خیر مقدم کرو اور ہر ایک کو اُس کے درجے کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر بیٹھنے کا اشارہ کرو۔

۳- جب تمام مہمان آ چکیں تو کوئی پندرہ منٹ کے بعد (جبکہ راستے کی تکان اور تکلیف کا اثر مہمانوں سے بالکل زائل ہو چکا ہو) اُن کو دسترخوان پر بیٹھنے کے لیے بُلاؤ اور اس بات کا خیال رکھو کہ ایک دسترخوان پر اُنہی مہمانوں کو یک جا بیٹھنے کی تکلیف دو جو فی الجملہ آپس میں تعارف رکھتے ہوں اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ وہ سب ایک دوسرے سے ناآشنا ہوں تو صاحب خانہ کو چاہیئے کہ اُن کا آپس میں تعارف کرا دے۔

۴- اپنے کھانے کی چاہے وہ کتنا ہی لذیذ اور مکلّف کھانا ہو، صریحاً یا کنایتہً تعریف نہ کرو، نیز کسی مہمان کو اُس کی مرضی کے خلاف زیادہ کھانے پر مجبور نہ کرو۔ (ایسا کرنا تکلّفِ بے جا ہے)

۵- ہر ایک مہمان کے ساتھ بقدرِ امکان بات چیت میں حصّہ لو،

اور جب کسی مہمان کو رخصت کرنے لگو تو اُس کی تکلیف کا شکریہ ادا کرو۔

(ب)

۱۔ دعوت کا قبول کرنا سُنّت ہے۔ مقررّہ وقت سے کسی قدر پہلے حاضر ہو جایا کرو۔ جو شخص وقتِ مقررہ سے دیر کرکے پہنچتا ہے (صاحبِ خانہ اور دیگر جملہ شرکائے ضیافت (جو حاضر ہو چکے ہیں) اس کے اس فعل کو بنظرِ قباحت دیکھتے ہیں۔ جب صاحبِ خانہ تمہارے استقبال کے لیے آگے بڑھے تو نہایت بشاش چہرے کے ساتھ اس سے ملاقات کرو۔

۲۔ آدابِ مجلس اور آدابِ اکل و شرب کو ملحوظ رکھو۔

۳۔ جب تمہارے سامنے کوئی کھانا پیش کیا جائے جو تمہیں مرغوب نہیں تو اس کو مناسب شکریہ اور ملاطفت کے ساتھ لوٹا دو۔

۴۔ کھانے سے فراغت پا کر رخصت ہونے سے پہلے صاحبِ دعوت کا مخلصانہ شکریہ ادا کرو۔ اور اگر شادی کی دعوت ہے تو مبارکباد بھی عرض کرو اور اظہارِ بشاشت کرتے ہوئے اُس سے رخصت حاصل کرو۔

۵۔ اگر تم کسی معقول عُذر کی بنا پر دعوت میں شریک نہیں ہو سکتے تو صاحبِ دعوت سے بالمشافہ یا بذریعہ تحریر اظہارِ معذرت کرکے معافی طلب کرو۔

۶۔ دعوت کے دوران میں یا اُس کے بعد کسی کھانے کے حسن و قبح پر بحث نہ چھیڑو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ صاحبِ خانہ کے جذبات کو اس سے ٹھیس لگے جس سے احتراز کرنا تمہارا اوّلین فرض ہے۔

کلمۂ نصیحت: آدمی کو چاہیئے کہ دعوت کے اہتمام میں فخر اور

نمود کی خاطر اپنی بساط سے باہر قدم نہ رکھے اور اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ ہرگز نہ کرے۔ اس میں دین اور دُنیا دونوں کا نقصان ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک عارضی نمائش کی خاطر تلافیٔ نقصان کے لیے عمر بھر جدّوجہد میں مبتلا رہ کر لُطفِ زندگی سے محروم ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جن لوگوں کو خوش کرنے کے لیے تم یہ سب کچھ کرتے ہو، اُن سب کو خوش بھی تو نہیں کر سکتے۔ (ومن شاء فلیجرب) اِس لیے ایسے موقعوں پر احتیاط اور اعتدال کے اصُول پر کاربند رہو۔
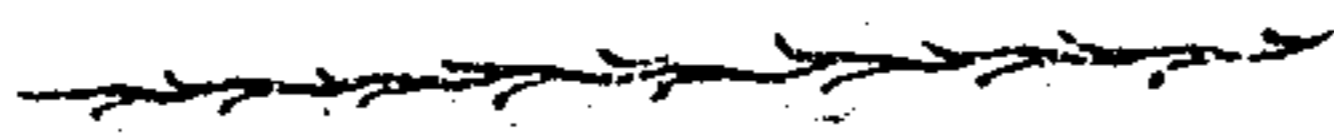
ملاقات کے آداب

ملاقات کی چار مختلف قسمیں ہیں:

(۱) ملاقاتِ رسمی

(۲) دوستانہ ملاقات

(۳) بیمار پرسی کی ملاقات

(۴) تعزیت کے لیے ملاقات

ہر ایک قسم کے لیے مختلف آداب ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

ملاقاتِ رسمی

۱۔ کسی بادشاہ یا امیر یا قاضی یا کسی دیگر عہدے دار کی ملاقات کرنے کو (جس کی ملاقات بلحاظ اُس کے عہدے کے کی جائے) "ملاقاتِ رسمی" کہتے ہیں۔ ایسی ملاقاتوں کے لیے وقت کی تعیین ضروری ہوتی ہے۔ نیز خاص قسم کا لباس پہننا پڑتا ہے۔

۲۔ اِس قسم کی ملاقات کے لیے پہلے اجازت حاصل کرو اور مقررہ وقت پر حاضر ہونا لازم سمجھو۔

۳۔ بڑے بڑے عہدہ داروں کی ملاقات کے خاص آداب ہوتے ہیں۔ اِس لیے ملاقات کے دوران میں اُن تمام ہدایات کا اتباع کرو جو اُس کے

حاجب نے تمہیں دی ہیں۔

۴۔ اِس قسم کی ملاقاتوں میں آداب و تسلیمات بجا لانے کے بعد خاموشی کے ساتھ اُس جگہ پر جہاں بیٹھنے کے لیے تمہیں اشارہ کیا جائے، بیٹھ جایا کرو اور خود سلسلۂ کلام کو آغاز کرنے سے پرہیز کرو۔ جس امر کی بابت تم سے پوچھا جائے، اُس کا جواب نہایت مختصر بقدرِ ضرورت دو۔ ملاقات کو طول نہ دو اور بہت جلد واپسی کے لیے اجازت لو۔

۵۔ رخصت ہونے کے وقت بھی اسی طرح آداب و تسلیمات بجا لاؤ، جس طرح ابتدائے ملاقات میں بجا لائے تھے۔

دوستانہ ملاقات

۱۔ دوستانہ ملاقات کے لیے خاص اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس میں خاص ہدایات کا اتّباع یا خاص قسم کا لباس پہننا لازم ہے۔

۲۔ جب کوئی دوست تمہاری مُلاقات کے لیے حاضر ہو تو نہایت بشاشت اور خندہ پیشانی کے ساتھ اُس کا خیر مقدم کرو۔ مناسب مقام پر اس کو بٹھاؤ۔ خیریت کا حال دریافت کرو اور ہر ایک طرح سے اس کو خوش کرنے کی کوشش کرو۔ (دوستانہ ملاقات کے آداب کا یہ لُبِّ لباب ہے!)

۳۔ اگر ملاقات کرنے والا عمر یا رُتبے کے لحاظ سے تم سے بڑا ہے تو اس کی تشریف آوری کے لیے اظہارِ ممنونیت کرو اور اس کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرو۔

۴۔ جو شخص تمہاری ملاقات کے لیے آئے تم بھی گاہے گاہے اُس کی ملاقات کے لیے جاؤ لیکن جو تم سے عمر یا رتبہ میں بڑا ہے، اس کی ملاقات کے لیے تم پہلے جاؤ۔

۵۔ جب کوئی تمہاری ملاقات کے لیے آئے تو اپنا شغل چھوڑ کر تمام تر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ لیکن اگر اتفاق سے تم کسی ضروری کام میں مشغول ہو جو دوسرے وقت کے لیے ملتوی نہیں کیا جا سکتا تو مناسب الفاظ میں اپنے دوست سے معافی طلب کرو اور پھر بوقتِ فراغت خود اس کی ملاقات کے لیے حاضر ہو جاؤ۔ (ملاقات کرنے والے کو بھی چاہیئے کہ ایسے اوقات میں مُخلّ نہ ہو اور جب دیکھے کہ اس کا دوست کسی ضروری کام میں مصروف ہے تو بغیر کسی قسم کی رنجش یا آزردگیٔ خاطر محسوس کرنے کے واپس چلا جائے۔)

۶۔ جیسے کہ خود تم یہ نہیں پسند کرتے کہ کوئی شخص میلے کچیلے کپڑوں میں تمہاری ملاقات کے لیے آئے۔ اِس لیے تم بھی کسی کی ملاقات کے لیے جاؤ تو صاف ستھرے کپڑے پہن لیا کرو۔

۷۔ جب تم اپنے دوست کو ایسی حالت میں پاؤ کہ وہ کسی کو خط لکھ رہا ہے یا کوئی خط پڑھ رہا ہے تو اس سے یہ نہ پوچھو کہ وہ کیا لکھ یا پڑھ رہا ہے۔

۸۔ جس کی ملاقات کے لیے تم حاضر ہوتے ہو اگر اس کے پاس پہلے سے ملاقاتیوں کی ایک جماعت موجود ہے تو اُن کو حسبِ مراتب سلام کرو۔

اور سنجیدگی کے ساتھ بیٹھ کر آداب مجلس کو ملحوظ رکھو۔

۹۔ اگر تمہارا دوست موجود نہیں تو اُس کے غائبانہ اُس کے گھر کی چیزوں کا جائزہ نہ لیتے پھرو۔ اور نہ ہی اس کی کسی تحریر کو یا چٹھی کو جو اُس کے نام آئی ہے، پڑھنے کی کوشش کرو۔ الغرض کسی طرح بھی اس کے پوشیدہ کوائف پر اس کی رضامندی کے بغیر اطلاع حاصل کرنے کا ارادہ نہ کرو۔

۱۰۔ بار بار مُلاقات کرنے سے محبت بڑھتی ہے اور رابطۂ اتحاد مستحکم ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات اس کی کثرت بارِ خاطر اور باعث ملال ہو جایا کرتی ہے، اس لیے ہر ایک چیز کی طرح اس میں بھی قانونِ اعتدال سے انحراف نہ کرو اور زِرغباً تزدد حباً کے اصُول پر عمل کرو۔

۱۱۔ اگر تم نے کسی دوست سے ملاقات کرنے یا کسی اَور بات کا وعدہ کیا ہے تو اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہ کرو۔ دوسرے کو انتظار میں رکھنا سب سے بڑا اخلاقی گناہ ہے؛

"الانتظار اشدّ من الموتِ" (انتظار موت سے بھی گراں گزرتا ہے)
اور وعدہ خلافی کی مذمت غالباً اسی حکمتِ غامضہ پر مبنی ہے۔ اگر بالفرض تم کو وعدہ پُورا کرنے سے کوئی مانع پیش آ گیا ہے تو تمہارا اخلاقی فرض ہوگا کہ جس سے وعدہ کیا ہے اس کو اُس مانع کے پیش آنے سے مطلع کرو اور اپنی معذوری کا اظہار کرو۔

۱۲۔ جب تم سے تمہارا کوئی دوست جُدا ہو جائے تو بذریعۂ خط و کتابت

رابطۂ اُلفت کو برابر قایم رکھو۔

"المکتوبات نصف الملاقات" (خط نصف ملاقات کے برابر ہوتا ہے)۔ ایک نہایت سچا مقولہ ہے۔ اگر تمہارا دوست اِس باب میں کوتاہی کرے تو نرمی کے ساتھ اس کو اس پر ملامت کرو اور یہ حقیقت اس کے ذہن نشین کر دو کہ جو شخص نیک نیتی سے بے تکلفی کے ساتھ اپنے دوست کو ملامت کرتا ہے، درا‌صل وہ بقائے دوستی کا خواہاں ہے اور اس سے نیچی محبت کی جڑیں مستحکم ہوتی ہیں۔

بیمار پرسی کی ملاقات

۱۔ جب تم کو اپنے کسی دوست آشنا کی بیماری کی اطلاع ملے تو تمہارا اخلاقی فرض ہے کہ اس کی بیمار پرسی کے لیے جاؤ۔

۲۔ اگر اُس کا مرض خدا نخواستہ متعدی قسم کا ہے تو اُس کا حال اس کے گھر والوں سے دریافت کر لیا کرو۔

۳۔ مریض کے پاس بہت دیر تک نہ ٹھہرو اور ضرورت سے زیادہ کلام نہ کرو۔ جو کچھ کہو پست آواز سے کہو جس سے مریض کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اُس کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کہو جس سے اس کے احساسات مکدر ہوں۔ مثلاً بیماری کی شدت یا تلخیٔ دوا کا ذکر نہ چھیڑو۔ مریض کو اُس کی گزشتہ بے احتیاطیوں پر ملامت نہ کرو۔ البتہ دوا کے باقاعدہ استعمال اور پرہیز کی بابت اس کو تاکید کر سکتے ہو۔

۴۔ مریض اگر اپنا حال بیان کرنا چاہے تو اس کو نہایت توجہ کے ساتھ سُنو اور مناسب الفاظ میں اس کی تسکین اور تشفی کرو۔ اس کے سامنے ہمیشہ ایسی بات کہو جس سے اس کے دل پر خوشگوار اثر پڑے اور اس سے اس کی ہمت اور حوصلہ بڑھے۔ رخصت ہوتے وقت اس کی شفایابی کے لیے دُعا کرو۔

تعزیت کے لیے ملاقات

۱۔ تعزیت کے معنے یہ ہیں کہ اگر کسی کو اُس کا قریبی رشتہ دار فوت ہو جانے کی وجہ سے یا کسی اَور طرح پر کوئی مصیبت پہنچے تو اُس کی ایسے الفاظ سے تسلی دی جائے جس سے اُس میں تکلیف برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا ہو۔ اُس کا غم تخفیف پائے اور وہ مصیبت کو ہلکا سمجھنے لگے۔

۲۔ جب تمہیں اپنے جان پہچان کے لوگوں میں سے کسی کے انتقال کر جانے کی خبر پہنچے تو اس کے جنازہ میں شامل ہونا اپنا اخلاقی فرض خیال کرو اور پسماندگان کو ہر طرح سے تسلی دو۔

۳۔ مصیبت زدہ کے سامنے مسکرانے اور ہنسی خوشی کی بات کہنے سے پرہیز کرو۔ البتہ ایسی بات ضرور کہو جس سے اس کے غمزدہ دل کا اضطراب کم ہو جائے اور اس کو گونہ تسکین حاصل ہو۔

۴۔ اگر خود تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو رسم و رواج کا خیال کرکے اسراف و تبذیر کے مرتکب نہ بنو اور جھوٹی نمود اور ناموری کا خیال چھوڑ دو۔ حقیقت

میں قابلِ فخر شخص وہ ہے جو ایسے موقعوں پر شریعت اسلام کی پابندی کرے اور بے ہودہ مراسم پر فضول خرچی کرنے سے پرہیز کرے ۔
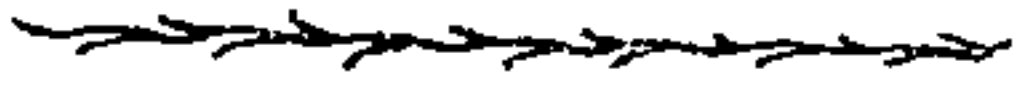
آدابِ لباس

۱۔ اپنے کپڑوں کو اور ٹوپی کو ہمیشہ صاف اور پاکیزہ رکھو۔

۲۔ اکثر لوگ لباس کی خوبی کو کسی شخص کی فضیلت یا اُس کے درجہ کا معیار قرار دیتے ہیں اس لیے اگر تم اپنے لباس کی بابت بے اعتنائی اختیار کروگے تو لوگ تم کو ادنیٰ درجہ کا آدمی خیال کرنے میں کسی حد تک حق بجانب ہوں گے۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ تم کپڑوں کی آرائش پر بے ہودہ خرچ کرو۔ یا زرق برق کے کپڑے پہنو بلکہ مقصد یہ ہے کہ میلے کچیلے اور پھٹے پرانے کپڑے پہننے سے احتراز کرو۔ کیونکہ اگر تم اپنے کپڑوں کو باقاعدہ بدلتے رہنے کی تکلیف گوارا نہیں کر سکتے یا ان کی باقاعدہ نظافت نہیں کرسکتے ہو تو اس سے اہم تر امور کو خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دینے کی بھلا تم سے کیا توقع کی جاسکتی ہے؟

۳۔ سب سے بہتر کپڑا وہ ہے جو سادہ اور پائیدار ہو۔ شوخ رنگ اور نقش ونگار والے کپڑے پہننا ایک ایسی بات ہے جس کو عقلمند پسند نہیں کرتے۔ نئی اوضاع کا اتباع کرنا اور فیشن کا دلدادہ ہونا اسراف اور تضیع اوقات کا باعث ہے۔

۴۔ بعض لوگ کفایت شعاری کا خیال کرکے کم قیمت کپڑا بازار سے خریدتے ہیں لیکن یہ ایک اقتصادی غلطی ہے۔ " ارزاں بے علت و گراں بے حکمت

نباشد" کا حکیمانہ مقولہ تم نے سُنا ہوگا۔ (مہنگا روئے ایک بار اور سستا روئے بار بار)۔

۵۔ اپنے کپڑوں کو عطر وغیرہ لگا کر خوشبودار بنانا کچھ ضرور نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے کپڑوں کو اور اپنے جسم کو ہمیشہ صاف اور ستھرا رکھو اور اپنی طبعی پاکیزگی کو بیرونی اثرات سے محفوظ۔

۶۔ جو شخص دوسروں کے فیشن کی اندھا دُھند تقلید کرتا ہے، اس پر کوّے کی مثل صادق آتی ہے جو چکور کی چال سیکھتے ہوئے اپنی چال بھی بھول بیٹھا۔

۷۔ کپڑوں اور فیشن پر فخر کرنا حماقت ہے۔ عقلمند لوگ صرف علم و ادب اور اخلاقِ حسنہ کو موجبِ فخر اور مایۂ ناز سمجھتے ہیں۔

گفتگو کے آداب

۱۔ جب کوئی بات کہو۔ اس میں سچائی کو بہرحال مدِّ نظر رکھو۔ سچ بولنا اور اُس کی عادت ڈالنا بہترین ادب ہے۔ جھوٹ بولنا نہایت بُری چیز ہے، جس سے اس کا بولنے والا نظروں میں سخت حقیر اور بے اعتبار ہوتا اور دونوں عالم میں ذلت اُٹھاتا ہے۔

۲۔ وہی بات کہو جس کا تم کو علم ہے۔ ورنہ تمہارے بولنے کی فضول بک بک سے زیادہ وقعت نہیں ہوگی۔

۳۔ جب کوئی دوسرا آدمی بول رہا ہو تو اُس کی بات کو کاٹ کر بات شروع نہ کرو۔ اُس کی بات کو ختم ہونے دو اور اپنے بولنے کے لیے ہمیشہ کسی موزوں موقعے کی تلاش میں رہو۔ بے موقعہ بات کہنا اس کی اہمیت کو کھو دیتا ہے اور اس پر کوئی بھی توجہ نہیں کرتا۔

۴۔ اگر تم کو کسی دوسرے کے کلام میں کوئی غلطی نظر آئے تو نہایت لطیف اشاروں کے ساتھ اس کو متنبّہ کرو اور کوئی ایسی عبارت ڈھونڈو جس سے اُس کو اپنی غلطی بھی محسوس ہو جائے اور وہ رنجیدہ خاطر بھی نہ ہو۔ صریح الفاظ میں یہ کہنا کہ "تم نے غلطی کی" یا "جھوٹ بولا" طبعاً انسان کو ناگوار معلوم ہوتا ہے اور دوسروں کی بھی خواہ مخواہ ادھر توجّہ مبذول ہوتی اور اس سے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اگر تم صریحاً کہنے پر مجبور ہو اور

کوئی مناسب کنایہ ادائے مقصد کے لیے کافی نہیں ہو سکتا تو ایسی حالت میں بہتر ہوگا کہ اس کو خلوت میں سمجھاؤ۔

۵۔ اگر خود تم سے کوئی غلطی سرزد ہو اور تمہیں اُس پر کوئی متنبہ کرے تو دل سے اُس کے ممنون بنو اور اُس کا شکریہ ادا کرو۔ بہرحال کوئی دوسرا تم کو اُس پر متنبہ کرے یا خود تمہیں اس کا احساس ہو جائے، اپنی غلطی کا اقرار کرنا عار نہ سمجھو اور فراخدلی کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کرو۔ کیونکہ غلطی کا اقرار کرنا اگرچہ نفس پر شاق گزرتا ہے لیکن غلطی پر مُصر رہنا ناقابلِ معافی حماقت ہے۔

۶۔ اپنے کلام میں جسمانی عیوب کا بر سبیلِ استحقار ہرگز ذکر نہ کرو کیونکہ بہت ممکن ہے کہ اُسی مجلس میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو اُس عیب میں (جس کا ذکر ہو رہا ہے) مُبتلا ہے، اس لیے اس عیب کا ذکر کرنا اُس کے لیے کدورتِ خاطر کا باعث ہوگا۔ اپنے دل میں شرمندہ سا ہوگا اور اِس سبب قدرتاً اس کے دل میں تمہاری نفرت پیدا ہوگی۔

۷۔ کسی مجلس میں بولنے کی مشین نہ بن جایا کرو جس کی وجہ سے کسی دوسرے کو بات کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ عربوں نے کیا ہی خوب کہا ہے:

"عقلمند کی زبان اس کے قلب کے پیچھے رہتی ہے۔ برخلاف اس کے احمق آدمی کی زبان اس سے آگے رہتی ہے۔"

مطلب یہ ہوا کہ عقلمند آدمی جب تک کسی بات کا اپنے دل میں موازنہ نہ کر لے، اس کو زبان پر نہیں لاتا۔ نیز تم کو چاہیے کہ کام کرنا سیکھو۔ کلام کرنا

آسان ہے۔

۸۔ اگر کسی باتونی آدمی سے تم کو پالا پڑے تو اس کی باتوں کو خواستہ یا ناخواستہ سنتے رہو اور اُس پر اپنی بے توجہی ظاہر نہ ہونے دو۔

۹۔ بولتے وقت اپنے مخاطب کی حیثیت اور رتبہ کا خیال ضرور رکھو۔ بڑے آدمی کو کبھی "تم" سے مخاطب نہ کرو۔ بلکہ "آپ" یا "آں جناب" وغیرہ الفاظ سے اس کو مخاطب کرو۔

۱۰۔ اگر کوئی تم سے کسی امر کی درخواست کرے جس کو تم پورا نہیں کر سکتے ہو تو نہایت لطف اور نرمی کے ساتھ اس کو جواب دو۔ جواب میں کرخت الفاظ استعمال کرنا مخاطب کے دل میں کدورت اور بغض اور کینہ پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔

۱۱۔ اپنی بابت (اپنی تعریف یا مذمت میں) بہت کم کہا کرو اور اگر کوئی دوسرا آپ بیتی چھیڑ بیٹھے تو اس کو توجہ کے ساتھ سنو۔ اِس سے اُس کے دِل میں تمہاری محبت بڑھے گی۔

۱۲۔ اگر اثنائے خطاب میں تم کو کسی بات کے دُہرانے کی ضرورت محسوس ہو تو عوام کے محاورے میں یہ نہ کہو کہ "ارے کیا کہا" بلکہ مہذب اور مؤدبانہ محاورہ استعمال کرو مثلاً یہ کہو کہ "کیا آپ مہربانی کر کے فلاں بات دوہرانے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے" وغیرہ۔

۱۳۔ دوسرے کی بات کو توجہ کے ساتھ سنو لیکن ہر ایک بات پر تنقید نہ کرو اور نہ ہی دوسرے کی بات ختم ہونے سے پہلے اُس کے متعلق کوئی

اچھی یا بُری رائے قائم کرو۔ اپنی رائے پورے غور و خوض کے بعد ظاہر کیا کرو۔ اثنائے کلام میں قسم کے کھانے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ زیادہ قسمیں کھانے سے آدمی کا اعتبار کھویا جاتا ہے۔ اپنی رائے کو کبھی بہت زیادہ وقیع خیال نہ کرو۔ خود پسندی جاہلوں کا شیوہ ہے۔ عقلمند آدمی کبھی اپنی رائے کے بہمہ وجوہ صحیح ہونے پر اصرار نہیں کرتا ہے۔

۱۴۔ جہاں تک ممکن ہو کسی سے جھگڑا مت کرو۔ اِس سے دلوں میں نفرت، کینہ اور بغض کا بیج بویا جاتا ہے۔ اگر تم دوسرے سے اختلاف کرنے پر مجبور ہو تو نہایت ہی معقول اور مہذب پیرائے میں اس کا اظہار کرو اور اپنی بات کو اس طرح شروع کرو کہ "جہاں تک میرا فکرِ ناقص یا ذہنِ نارسا میری رہنمائی کرسکتا ہے، فلاں بات ایسی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مَیں غلطی پر ہوں لیکن جہاں تک میرا خیال ہے فلاں بات اس طرح ہے" وغیرہ۔

ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتي هي احسن ۰ (الآیہ)

یہود اور نصاریٰ کے ساتھ بھی اگر جھگڑنا ہے تو نہایت ہی اچھے پیرائے میں مباحثہ کرو۔

۱۵۔ جو کچھ تم کہتے ہو تمہارے فعل اور عمل سے اس کی تصدیق ہونی چاہیے۔

۱۶۔ بولنے میں بہت محتاط رہو۔ بعض اوقات ایک لفظ یا ایک ہی فقرہ کے بے احتیاطی کے ساتھ مُنہ سے نکالنے پر آدمی اپنے کسی عزیز دوست کو کھو بیٹھتا ہے۔ (جس کی مثالیں واقع میں موجود ہیں۔)

۱۷۔ کوئی ایسی خبر نہ لاؤ جو سُننے والوں کو غم اور پریشانی میں مُبتلا کر دے (آخر کوئی دوسرا آدمی وہ خبر لا کر بتا دے گا): ؎

بُلبلا مژدۂ بہار بیار
خبرِ بد بہ بوم شوم گزار

ہاں مجبور ہو کر کہہ دینا اَور بات ہے۔

۱۸۔ کسی کی بات پر بے جا نکتہ چینی نہ کرو اور نہ ہی اعتدال سے زیادہ مذاق کرو۔ اس سے آدمی کے وقار میں فرق آتا ہے اور بعض اوقات بُغض اور عناد کے دلوں میں جاگزیں ہو جانے تک نوبت جا پہنچتی ہے۔

۱۹۔ اگر کوئی تم کو امین اور محرم راز سمجھ کر اپنا راز بتا دے تو اس کا چھپا کر رکھنا فرض ہے۔ راز کو فاش کر دینا اپنا اعتبار زائل کرنے سے قطع نظر کر کے ایک ادنیٰ درجہ کی کمینہ حرکت ہے۔

ریاضت یعنی ورزش کے فوائد اور اُس کے آداب

۱۔ ریاضت کی دو قسمیں ہیں : ریاضتِ عقلیہ اور ریاضتِ بدنیہ۔

بدنی اور جسمانی ریاضت کی تو مزید تعریف کی ضرورت نہیں ۔ ہر ایک طالب علم کم و بیش اُس کو جانتا ہے ۔ عقلی ریاضت یہ ہے کہ اپنے اوقاتِ عزیز کا ایک حصہ اس بات کے لیے مخصوص کر دو کہ اُس وقت تمام تفکرات اور تردّدات کو پس پشت ڈال کر لطائف و ظرائف کے کہنے سننے میں مشغول ہو آبِ رواں اور سرسبز و شاداب باغات اور کھیتوں پر نظر ڈالنے کا لُطف اُٹھاؤ اور مظاہرِ قدرت کے بوقلموں عجائبات اور خوبیوں پر غور کرنے سے اپنے دیدۂ بصیرت کو روشن کر کے محظوظ ہو ۔ اس قسم کی ریاضت خصوصیت سے اُن لوگوں کے لیے زیادہ مفید ہے جو دماغی کام کرتے ہیں، مثلاً مصنفین، مدرّسین ، قاضی یا جج ، وکیل عدالت ، انجنیئر، فلاسفر اور شاعر وغیرہ۔

۲۔ بدنی ریاضت جملہ اعضا، یا بعض اعضا کو نظام اور ترتیب کے ساتھ حرکت دینے کا نام ہے۔ مثلاً جمناسٹک اور جملہ ورزشی کھیلیں، گھوڑے کی سواری ، شکار کھیلنا ، پانی میں تیرنا وغیرہ ۔ ورزش میں بھی ۔ عام اصُول کے مطابق اعتدال لازم ہے ۔ کھانے سے پہلے ورزش کرنا اشتہا کو بڑھاتا ہے

اور کھانے کے تھوڑی دیر بعد ہضم طعام میں معاون ہوتا ہے۔ اس سے اعضا میں ایک قسم کی راحت پیدا ہوتی اور اس کے بعد آدمی گہری نیند سو جاتا ہے۔

۳۔ ریاضت (ورزش) کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان کی جسمانی اور دماغی صحت قائم رہتی ہے۔ تکالیف کو خوشی کے ساتھ برداشت کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے اور باقاعدہ ورزش کرنے والا آدمی عموماً ہشاش بشاش رہتا ہے۔ نیز باقاعدہ کھیلوں سے اکٹھا کام کرنے کی عادت باہمی محبت، حصولِ کامیابی کے لیے ثابت قدمی اور اپنے افسر یا قائد کی اطاعت کا مادہ حاصل ہوتا ہے۔

ہواخوری

۱۔ جسمانی اور دماغی صحت قایم رکھنے کے لیے چہل قدمی اور ہواخوری نہایت مفید ہے۔ باہر کی ہوا صاف اور صحت افزا ہوتی ہے۔ سبزہ زار کے فرش پر نظر ڈالنا، بادلوں پہاڑوں اور دیگر مناظرِ قدرت کا تماشہ دیکھنا اور آبِ رواں کی مستانہ چال اور فوّاروں اور آبشاروں کا نظّارہ کرنا یقیناً زندگی کے لُطف کو دوبالا کرتا ہے۔

۲۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ زمین و آسمان کی کائنات کو بنظرِ غور دیکھنے اور کھیتوں، جنگلوں، پہاڑوں اور دریاؤں وغیرہ مظاہرِ فطرت پر نظرِ غائر ڈالنے سے انسان حکمت کے وہ راز جان سکتا ہے جو کتابوں کے

پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ صحیفۂ فطرت اور دفترِ کائنات کا مطالعہ سلیم الفہم دقیقہ رس ناظرین کے لیے بہ یک وقت بہترین تعلیم اور تفریح ہے۔ اوراقِ فطرت میں وہ وہ نیرنگیاں موجود ہیں جن کی تصویر کھینچنے سے ماہر ترین مضمون نگار اور جادو بیان شاعر کا قلم اور زبان عاجز ہے۔

۳۔ اگر تم باہر جا کر کسی چشمے یا فوارے کے پاس تھوڑی دیر تک کھڑے ہو جاؤ یا پھولوں کے دیکھنے اور توڑنے کا لطف حاصل کرو یا کسی پہاڑ اور دریا کا نظارہ دیکھنے میں مشغول ہو یا کھلی ہوا میں چہل قدمی کرو۔ اگر تمہارا فطرتی مذاق بگڑا ہوا نہیں ہے تو اس میں شک نہیں کہ اِس قسم کے نیچرل مناظر کے مشاہدہ سے تم میں ایک حیرت انگیز احساس نشاط پیدا ہوگا اور اس کا اثر تمہاری صحت پر نہایت خوشگوار پڑے گا۔ اس سے تمہارے دل کی تشویش دُور ہو جائے گی اور طبیعت میں سکون پیدا ہو کر تمہارے ذہنی اور جسمانی قویٰ میں ضعف کی بجائے قوّت نمایاں ہوگی۔

۴۔ پانی میں تیرنا اگرچہ ایک مفید ورزش ہے لیکن اس فن میں مہارت حاصل کرنے کے لیے بہت کچھ مشق کی ضرورت ہے۔ اِس لیے جب تک تم اُس میں مہارت کا درجہ حاصل نہ کر لو شناوری سے بہت کم آشنائی رکھو۔

۵۔ اگر تم کسی ایسے باغ میں سیر کر رہے ہو جو ملکیتِ غیر ہے تو بغیر اُس کے مالک کی صریح اجازت کے کسی پھل یا پھول کے توڑنے پر اقدام نہ کرو۔

۶۔ سیر کرتے وقت صاف اور ستھرے کپڑے پہنے ہوں، ورنہ جس قدر بھی

تم لطف اور نشاط سے بہرہ اندوز ہوگے۔ اُسی قدر یا اُس سے کچھ بڑھ کر میلے کچیلے کپڑوں کا تم پر بُرا اثر (غیر مفید صحت اثر) پڑے گا۔ بہرکیف میلے اور کثیف لباس کے ہوتے ہوئے سیر و تفریح کا مطلوبہ اثر بہت کم ظہور میں آتا ہے۔

۷۔ گانے بجانے اور رقص و سرود کی مجلس میں دوسروں کو عموماً اور طالب علموں کو بالخصوص شریک ہونے سے سخت احتراز کرنا چاہیئے۔ اس سے کسی قسم کی ریاضت تو حاصل ہوتی نہیں، اس سے حقیقی راحت کے حصول کی بھی اُمید نہ رکھیں۔ ایسی مجالس میں شریک ہونا شرفاء کے لیے موجب عار ہے۔ عزیز وقت الگ ضائع ہوتا ہے اور نفسانی جذبات کو بیجا تحریک ہوتی ہے۔ جس کے مفسدِ اخلاق اثر کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ مناظرِ قدرت کی خوبصورتیوں کا دیکھنا اور اس پر غور کرنا حقیقی مسرت کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ قدرت کے دلکش مناظر کا اُن پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا جنھوں نے اپنے دلوں کو بُرے اخلاق کے زنگ سے آلودہ کیا ہو زمین اور آسمان کی چکاچوند روشنیاں ایسے قلبِ تاریک کو منوّر نہیں کر سکتیں۔ اس لیے اگر حقیقی راحت حاصل کرنا چاہو تو اپنے دل کو تمام بنی نوعِ کے ساتھ اخلاص و محبت اور ہمدردی کے جذبات سے معمور رکھو۔

دین کے آداب

۱۔ اس بات کو بخوبی سمجھ لو کہ جس خدا نے تم کو پیدا کیا اور بغیر مانگے قسم قسم کے انعامات اور احسانات سے سرفراز فرمایا اور آیندہ کی زندگی میں بھی تم کو اس سے بہتر ہر ایک قسم کی نعمتوں کے ملنے کی اُمید ہے۔ کیا تمہارا یہ فرض نہیں ہے کہ تم اپنے اوقاتِ عزیز کا کچھ حصہ اس کی عبادت اور اطاعت میں بھی صرف کرو؟ تم کو چاہیے کہ والدین اور اُستاد اور ہر ایک مُنعم سے اس کو زیادہ محسن سمجھ کر اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دل و جان سے کوشش کرو۔ اس کی بھیجی ہوئی شریعت کی پابندی کرو۔

۲۔ یہ بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ کہ اپنے خالق مہربان کی اطاعت اور اُس کے احکام کا اتباع خود تمہارے لیے دُنیا اور آخرت کے سُود اور بہبود کا یقینی ذریعہ ہے۔

من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیھا۔ (الآیہ)

اور اس کے اوامر اور نواہی کی پابندی تہذیب، اخلاق اور اصلاح ظاہر و باطن کی بہترین ضمانت ہے۔

اس لیے اوائل عمر ہی سے اس کی پابندی کی عادت ڈالو اور اس کو اپنا شعار بناؤ۔ اگر کوئی اپنے خالق کی اطاعت چھوڑ دے یا اُس میں کوتاہی

کرے تو اس میں شک نہیں کہ وُہ دُنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور بلحاظ اعمال اور اخلاق کے سوسائٹی کے لیے اس کا وجود یقیناً مضر ہوگا۔ برخلاف اس کے شریعتِ اسلامیہ کی رہنمائی میں اپنے اعمال اور اخلاق کو درُست کرنا سعادت دارین کا موجب ہوگا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شریعت کی پابندی اسی تک محدود نہیں کہ ظاہری طور پر نماز روزہ بجا لایا اور بس، بلکہ احکام شرعیہ کی پابندی کو ملحوظ رکھ کر اپنے حصولِ معاش کے لیے کوشش کرنا۔ عام بنی نوع کے ساتھ عموماً اور مسلمان بھائیوں کے ساتھ خصوصاً رحم اور ہمدردی کا برتاؤ کرنا۔ ہر ایک طرح کے ملّی اور قومی خدمات انجام دینا۔ ریاکاری، خود بینی اور تکبّر سے کوسوں بھاگنا۔ تمام گناہوں اور بداخلاقیوں سے پرہیز کرنا، اور بُرائی کے بدلے میں نیکی کرنا اصلی عبادت اور مغزِ شریعت ہے۔

۴۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں حُکم دیا ہے کہ اپنے جسم کو اور کپڑوں کو ہر ایک قسم کی نجاست سے پاک و صاف رکھیں اور پانچ وقت ہاتھ مُنہ دھوکر اُس کی بارگاہ میں سرِ نیاز جُھکائیں۔ اس سے ایک سمجھ دار آدمی صریحاً یہی نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو ہمارے ظاہری جسم بلکہ کپڑوں تک کی طہارت مطلوب ہے تو کیا وہ اس بات کو پسند کرے گا کہ ہم اپنے باطن کی تطہیر اور تزکیہ سے غافل رہیں؛ نہیں ہرگز نہیں۔ جیسے کہ وہ چاہتا ہے کہ ہمارا ظاہر پاکیزہ اور صاف ہو اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ ہمارا باطن اور ضمیر بھی صاف ہو۔ اس میں کسی

قسم کا غلّ و غش، منافقت اور ریاکاری، دھوکہ و فریب اور حقد و حسد نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کے کلامِ پاک میں یہ تعلیم نہایت مؤکّد الفاظ میں موجود ہے۔

۵۔ اللہ تعالےٰ نے جن فرائض کی بجاآوری پر مامور فرمایا ہے اور جو عبادت ہمارے لیے مقرر کی ہے روحانی برکات اور آخرت کی نجات اور درجات حاصل ہونے کے علاوہ اس میں کئی قسم کے ظاہری فوائد و منافع بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً نماز کی بدولت انسان ہمیشہ پاک و صاف رہتا ہے۔ اس سے تساہل اور تکاسل کی عادت کا قلع قمع ہوتا ہے جو ترقی کی دشمن ہے۔ پابندیٔ اوقات اور مساوات کا اس میں بہترین سبق موجود ہے اس سے انسان میں سویرے اُٹھنے کی عادت پیدا ہوتی ہے جو صحت کے لیے نہایت مفید ہے۔ باجماعت نماز پڑھنا میل جول کے بڑھانے، باہمی اُلفت و اتحاد پیدا کرنے اور تبادلۂ خیالات و آراء کا بہترین ذریعہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

روزہ کی پابندی سے انسان میں ضبط النّفس (اپنی خواہشات پر اقتدار حاصل کرنا) نیز صبر و تحمّل اور شدائد کی برداشت کی صفت پیدا ہوتی ہے جو اس کی ترقی پذیر زندگی کے مختلف مراحل پر نہایت کارآمد ثابت ہوگی فقرا اور مساکین کی حالت کا اس سے حقیقی احساس ہوتا ہے جس سے طبعاً ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور ہمدردی ایک ایسی صفت ہے جس کو تمام عالمانِ معاشیات انسانی تمدّن اور اجتماعی زندگی کی خوشحالی کا سنگِ بنیاد مانتے ہیں۔ الاشیاء تعرف باضدادھا کے اصُول پر اللہ تعالیٰ کی دی

ہوئی نعمتوں کی حقیقی قدر و قیمت کا روزہ دار ہی صحیح اندازہ کر سکتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کہ للصائم فرحتان الخ اسی نکتہ کی توضیح ہے۔ روزہ کا فرض بجا لانا مسہل کا کام بھی دیتا ہے۔ اس سے بدن کی فضلہ رطوبات خشک ہو کر مزاج کا اعتدال قائم رہتا ہے۔ امریکہ کے ڈاکٹروں نے روزے کے فوائد کو تسلیم کر لیا ہے اور وہ اس کو اکثر امراض کا بہترین علاج خیال کرتے ہیں۔

زکوٰۃ کا طیب خاطر سے ادا کرنا انسان کو رذیلہ حرص اور بخل سے نجات بخشتا ہے اور اگر مسلمانوں کی مالدار جماعت اس فریضہ کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرے تو اس سے سوسائٹی کا اقتصادی توازن قائم رہ سکتا ہے۔ فلسفیانہ بصیرت رکھنے والوں سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں۔

علیٰ ہذا القیاس حج میں بھی اجتماعی اور معاشرتی فوائد ہیں۔ یہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے منتخب افراد کا ایک مرکز پر سالانہ اجتماع ہے جس میں عالمگیر اخوت اور مساوات تام کا نظارہ آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے اور جو فوائد و منافع کسی قوم کی سالانہ کانفرنس یا کانگریس کے انعقاد میں متصور ہو سکتے ہیں، وہ سب اس میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ دور دراز مقامات سے سفر کی تکالیف برداشت کر کے حج میں شریک ہونا انسان کو مشکلات کا مقابلہ کرنے کا خوگر بناتا اور اس کے لیے بہت سے نئے تجربات اور معلومات حاصل کرنے کا موجب ہے۔

۲۔ یقین کرو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبروں کو اس واسطے دنیا میں

بھیجا کہ وہ ہمیں خدا کا پیغام پہنچا کر نیکی اور نجات کا راستہ دکھائیں۔ اس لیے تمہیں ان کی تعظیم و احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ بھیجنے والا جتنا بڑا جلیل القدر ہو اُس کا قاصد بھی اُسی نسبت سے معظّم و مکرّم ہوگا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کی کوئی انتہا نہیں اُس کے رسُولوں کا بھی نوعِ انسانی میں سب سے بڑا درجہ ہے اور ان کا ادب اور تعظیم و توقیر سب پر واجب ہے۔

۷۔ مذہب انسان کے لیے ہر ایک حالت میں زندگی بھر اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ ترقی کا راستہ یہ دکھاتا ہے۔ مصیبت میں انسان کے لیے یہ تسلّی کا باعث ہوتا ہے۔ تکلیفات کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنا اور مُشکلات کے پیش آنے پر ثابت قدم رہنا یہ سکھاتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آخرت کی ابدی زندگی میں اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی خوشحالی حاصل کرنے کے ذرائع کی یہ تعلیم و تلقین کرتا ہے۔ اس لیے مذہب کی پابندی کو کبھی ناگوار بوجھ خیال نہ کرو۔ قرآن کریم جو اللہ تعالےٰ کا پاک کلام ہے، مذہب کی تمام اصولی تعلیمات کا جامع ہے اُس کے مطالب اور معانی کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔

۸۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اُس کے آداب کا التزام رکھو (جس کی تفصیل مذہبی کتابوں میں موجود ہے) اور اللہ تعالےٰ سے نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ یہ دُعا کرو:-

اللّٰھم ربّ اھدنی و وفقنی لما تحبّ و ترضٰی و تغمدنی برحمتك و فضلك فی الاٰخرة و الاولٰی۔

(اے میرے خدا مجھ کو ہدایت دے اور ان اعمال کے بجا لانے کی توفیق بخش جن کو تو پسند کرتا ہے اور وہ تجھ کو پیارے ہیں اور دونوں عالم یعنی دُنیا اور آخرت میں مجھ کو اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ ڈھانپ دے)۔

نوٹ:۔ اسلام اس بات کو نہایت بُرا سمجھتا ہے کہ مقابر اور مشاہد کی اس طرح تعظیم کی جائے گویا وہ خدا کے گھر یعنی مساجد ہیں۔ مثلاً آستان پر بوسہ دینا۔ قبر کے اردگرد طواف کرنا یا اس کی تعظیم کے لیے سربسجود ہونا کیونکہ بوسہ اور طواف خانۂ خدا یعنی کعبہ شریف کے لیے مخصوص ہے، اور سربسجود ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کے شایانِ شان ہے اس قسم کی بدعات سے سخت پرہیز کرو۔ (مزید تفصیل متعلق شرک و توحید کے لیے کتبِ دینیہ کا مطالعہ کرو۔ خصوصاً تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ دہلوی اور نصیحۃ المسلمین از مولانا خورم علی کو غور سے پڑھیں۔)

۹۔ علمائے دین کی تعظیم کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو بنظرِ توقیر و احترام دیکھنا بھی آدابِ دین میں داخل ہے۔

حفظِ صحت کے قوانین اور اصول

(اگر تم حفظِ صحت کے اصول اور قوانین کی کماحقہٗ پابندی کیا کرو تو تمہیں
دوا دارو کی ضرورت بہت کم پیش آئے۔ "قوائے ذہنیہ کی صحت اور سلامتی
جسم کی صحت اور سلامتی پر منحصر ہے۔) +

صفائی جسم

آنکھوں کو پاک وصاف رکھنا اور ان کی نگہداشت :-

۱۔ نظافت اور طہارت (پاکیزگیٔ جسم) کا مقتضا یہ ہے کہ آدمی ہر روز علی الصباح اپنی آنکھوں کو اور چہرے کو صاف پانی اور صابن کے ساتھ دھویا کرے +

۲۔ مکھیوں کو اپنی آنکھوں پر نہ بیٹھنے دو کیونکہ اکثر آشوبِ چشم اور دیگر تکلیف دہ امراض کے متعدی جراثیم انہی مکھیوں کے ذریعے سے آنکھوں میں داخل ہوتے ہیں:

۳۔ باریک حروف میں لکھی یا چھپی ہوئی کتاب دیر تک مطالعہ کرنا اور تیز روشنی کو گھور کر دیکھنا بینائی کے لیے مُضر ہے۔ آنکھوں کے لیے سب سے اچھا اور مفید رنگ سبز اور نیلگوں ہے۔ عالم نباتات کا سبز وردی میں جلوہ گر ہونا اور فضائے آسمان کو نیلگوں رنگ میں پیدا کرنا اللہ تعالےٰ کی

حکمتِ بالغہ اور رحمتِ کاملہ کا بیّن ثبوت ہے۔ سُرخ اور سفید رنگوں سے حتی الامکان پرہیز کرنا مناسب ہے۔

۴۔ مُطالعہ کے وقت کتاب کو اپنی آنکھوں سے کم از کم دس انچ یا اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر رکھو۔ تیز روشنی تمہارے عین بالمقابل نہ ہو۔ بہتر ہوگا کہ روشنی کی شعاعیں تمہاری بائیں جانب سے آئیں۔

تطہیر و تنظیفِ دہن

۱۔ ہر صبح اپنے مُنہ کو پاک اور صاف پانی کے ساتھ دھو لیا کرو۔ ایسا کرنا صحت کے لیے نہایت مُفید ہے۔ (صبح کے وضو میں اس کی تعمیل مع شَیٔ زائد ہو جاتی ہے۔)

۲۔ دانتوں کو صاف اور ستھرا رکھنے کا ہر وقت خیال رکھو۔ خصوصاً کھانا کھا چکنے کے بعد اپنے منہ اور دانتوں کو خوب صاف کرو اور اگر دانتوں کے درمیان کچھ اٹکا ہؤا رہ گیا ہے تو خلال کر کے اس کو باہر نکال پھینکو۔

۳۔ مسواک کرنے کی شریعت نے نہایت تاکید کی ہے جس میں چند در چند فوائد ہیں۔ اس سے مُنہ کی بدبُو جاتی رہتی ہے، مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔ بلغم کُھل جاتی ہے اور معدہ کُھل جاتا ہے۔

وغیرہ

ناک کی تطہیر و تنظیف

۱۔ ناک میں ہرگز فضلہ نہ رہنے دو اور وضو کرتے وقت اس کو پانی کے ساتھ خوب صاف کرو۔ (آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس بارے میں جو تاکید فرمائی ہے وہ بے معنی نہیں ہے) ۔

۲۔ خوشبودار پھولوں اور خوشبودار چیزوں کو سونگھنا جسم میں چستی اور تحریک پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن کثرت سے اس کا استعمال کیا جائے تو اس سے دردِ سر پیدا ہوتا ہے۔ ذرہ سا کافور سفوف بنا کر ساتھ رکھنا اور وقتاً فوقتاً اس کو سونگھ لینا عطریات کا نعم البدل ہو سکتا ہے اور وہ تشنج اور عفونت کا مانع ہے ۔

۳۔ بدبودار اشیاء کی بدبو دماغ میں گھس جانا مضر صحت اور انسان کی نفسانی حالت پر برا اثر پیدا کرتا ہے۔ اس لیے ایسی اشیاء سے دور ہی رہنا مناسب ہے ۔

کان کی صفائی

۱۔ کانوں کو ہمیشہ میل کچیل سے صاف رکھنا چاہیئے۔ ان کی میل نکالنے کے لیے ایک خاص قسم کا آلہ بھی ہوتا ہے جو ہاتھی دانت سے بنایا جاتا ہے ۔

۲۔ ہاتھ منہ دھوتے وقت یا کم از کم غسل کرتے وقت کانوں کے ظاہر

اور باطن کو پانی سے دھونا اور صاف کرنا لازم ہے۔ دھونے کے بعد فوراً باقی جسم کی طرح اُن کو بھی تولیہ سے خشک کر لینا چاہیئے۔ کانوں کے دھونے میں سستی کرنا اور ان کو صاف نہ رکھنا شنوائی میں گرانی کا باعث ہوتا ہے۔

۳۔ توپ کی آواز یا اسی قسم کی کسی اور سخت اور کرخت آواز کا سننا قوّتِ شنوائی کو ضعیف اور کمزور بناتا ہے۔ اِس لیے اس قسم کی آوازوں کے سننے سے اپنے آپ کو بچائیں۔

۴۔ برخلاف اس کے موسیقی کے دلکش نغموں کا سُننا طبیعت میں نشاط پیدا کرنے کے علاوہ مقوئ سماعت ہے۔ تاہم ہواخوری کے عنوان میں یہ ذکر دوبارہ پڑھ لینا لازم ہے۔

ہاتھوں کی صفائی

۱۔ حدیثِ نبویؐ ہے (علیٰ صاحبہا افضل الصّلوٰۃ والسّلام):

"جب بھی کوئی تم میں سے نیند سے جاگے اس کو اپنے ہاتھ دھو لینے چاہئیں۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا ہے کہ اس کے ہاتھ (نیند کی حالت میں) کس چیز پر پڑے۔"

اس بلیغ کلام کا آخری فقرہ نہ صرف اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ممکن ہے اس کا ہاتھ بحالتِ خواب کسی قسم کی نجاست سے آلودہ ہوا ہو بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح زہریلے جراثیم کا وہ نشیمن بن گیا ہو

اور غالباً اسی نکتے کو ملحوظ رکھتے ہوئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی بھی تاکید فرمائی ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے ہمیشہ ہاتھ دھو لینے چاہئیں۔ کھانا ختم ہو چکنے کے بعد ہاتھوں کا دھونا آلودگیوں سے نظافت حاصل کرنے کے لیے سنّت ٹھہرایا گیا ہے ؛

۲۔ ہاتھ دھوتے وقت کپڑوں پر چھینٹے پڑنے سے پرہیز رکھنا چاہئے۔

۳۔ ہاتھوں کو سادہ رومال سے نہیں بلکہ تولیہ سے خشک کرنا چاہیئے۔

۴۔ ناخنوں کو ہمیشہ باقاعدہ (ہفتہ وار) تراشنا چاہئے لیکن ناخن لینے میں بھی اور اشیاء کی طرح افراط اور تفریط سے احتراز کرنا مناسب ہے۔ ناخن نہ تو اس قدر لمبے رہیں کہ بدنما معلوم ہوں اور ان کے نیچے میل کچیل جمع ہو جائے اور نہ اس قدر چھوٹے ہوں کہ جو حکمت ناخنوں کے پیدا کرنے میں قدرت نے رکھی ہے وہ مقصد حاصل نہ ہو۔ (یعنی کسی چھوٹی اور باریک چیز کے اُٹھانے میں دقت اور تکلیف محسوس ہو۔) ؛

بالوں کی صفائی

(عام جسم کی صفائی اور ظاہری جلد یعنی بشرہ کی تطہیر)

۱۔ اگر تم نے سر کے بال رکھے ہیں تو تم کو چاہیئے کہ ان کی خبرگیری کرنے میں تساہل نہ کرو۔ ان کو پاک و صاف رکھو اور ہر روز کنگھی کیا کرو۔ گرمی کے زمانے میں بالوں میں تخفیف کرنا مناسب ہے ؛

۲۔ ہفتے میں کم از کم ایک مرتبہ غسل کرنے سے جسم صاف رہ سکتا ہے ؛

۳۔ اگر تم گرم پانی سے غسل کرو تو غسل کرنے کی حالت میں نیز اس کے تھوڑی دیر بعد تک اپنے آپ کو سردی کے جھونکوں سے محفوظ رکھو۔ غسل کرتے ہوئے صابن یا کسی ایسی چیز کا استعمال کرنا مناسب ہے جس سے بدن کی میل کچیل آسانی سے دُور ہو جائے۔

۴۔ گرم پانی سے اگرچہ صفائی زیادہ اچھی طرح ہو سکتی ہے۔ تاہم گرم پانی سے غسل کرنا جسم کو کمزور کرتا ہے۔ اس لیے جاڑے کے موسم میں بھی نیم گرم پانی سے غسل کرنا بہتر ہے۔ گرمی کے موسم میں سرد پانی سے غسل کرنا چاہیے۔ لیکن اگر سرد پانی سے غسل نہ کرنا چاہیں تو اگر نیم گرم پانی سے غسل کر لیں تب بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

۵۔ کھانے کے بعد کبھی غسل نہ کرو، اس سے خطرناک امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ کھانے کے بعد کم از کم تین گھنٹے گزر جائیں تب غسل کرو۔

۶۔ غسل کے بعد ہمیشہ اپنے جسم کو تولیہ سے خشک کر لیا کرو۔

۷۔ جسم کی صفائی جیسے کہ صحتِ بدن کے لیے مفید ہے۔ اسی طرح از روئے شرع شریف بھی ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اس سے طبیعت میں فرحت پیدا ہوتی ہے اور کام کرنے کی استعداد زیادہ ہوتی ہے۔

۸۔ سخت گرمی کے اوقات میں ہاتھ مُنہ اور پاؤں کو ٹھنڈے پانی سے دھونا مفید ہے۔

حمام کے آداب

۱۔ حمام میں داخل ہونے سے پہلے ایک ٹکڑہ روٹی کا کھا لینا لازم ہے
خالی پیٹ حمام میں جانا مضر ہے۔

۲۔ حمام میں ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں ٹھہرنا چاہیئے۔

۳۔ جب حمام کے گرم کمرے یا کمروں کو چھوڑ کر صحن کی طرف باہر آنا چاہیں
تو اس وقت میں خوب احتیاط رکھیں، یعنی اپنے آپ کو اوڑھ لیا کریں۔
کیونکہ دونوں جگہ کے درجۂ حرارت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

۴۔ کپڑے پہن کر فوراً حمام سے باہر نہیں نکلنا چاہیئے بلکہ کم از کم دس
منٹ تک توقف کرنا چاہیئے۔

۵۔ حمام کے بعد برف سے ٹھنڈا کیا ہوا شربت یا زیادہ ٹھنڈا پانی فوراً
نہیں پینا چاہیئے۔ حمام کرنے سے جو حرارت جسم کے اندر حاصل ہو چکی
ہے، اس کے بعد فوراً سرد پانی یا شربت پینا خطرۂ عظیم کا احتمال رکھتا ہے
البتہ نیمگرم چائے یا قہوہ کی ایک آدھ پیالی پی لینے کا کچھ مضائقہ نہیں۔
اسی طرح کوئی ایسا میوہ جو ثقیل اور دیرہضم نہ ہو کھا سکتے ہیں مثلاً سنگترہ وغیرہ۔

ٹھنڈا پانی استعمال کرنے کے آداب

۱۔ سرد پانی کے ساتھ غسل کرنے سے جسم کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور
بدن گرم ہو جاتا ہے اور سرد پانی کے ساتھ غسل کرتے وقت جتنی بھی جسم

میں حرارت زیادہ پیدا ہو اچھا ہے۔

۲۔ اگر تمہارا جسم پہلے سے ٹھنڈا ہے اور اس میں لرزہ کا اثر پایا جاتا ہے تو سرد پانی کے ساتھ غسل کرنے سے پرہیز کرو اور غسل کرنے سے پہلے اپنے جسم کو بذریعہ حرکت کرنے کے یا بستر میں لیٹ جانے کے حرارت پہنچاؤ؛

۳۔ ٹھنڈے پانی کے ساتھ غسل کرنے میں ایک منٹ سے زیادہ وقت صرف نہ کرو۔ اور خواہ تم پورا غسل کرو یا اپنے بعض اعضاء کو دھونا چاہو ٹھنڈے پانی کے متعلق یہ قاعدہ یاد رکھو؛

۴۔ ٹھنڈے پانی کے ساتھ غسل کرتے وقت اپنے بدن کو زیادہ شدت کے ساتھ نہ ملو بلکہ نرمی اور اعتدال کو ملحوظ رکھو؛

۵۔ سرد غسل کے بعد اپنے جسم کو پونچھ ڈالنا مناسب نہیں بلکہ کوئی نشاف (پانی کو جذب کرنے والی چیز) اوڑھ کر چلیں پھریں یا کوئی اور ایسا کام کریں جو اعضاء کو حرکت میں لائے یا بستر میں لیٹ جائیں۔ حتیٰ کہ جسم پورے طور پر خشک ہو جائے؛

۶۔ سرد پانی سے غسل کرنے میں کسی قسم کا ضرر نہیں بلکہ مفید صحت ہے

پیروں کا پاک وصاف رکھنا

۱۔ ضروری ہے کہ پیروں کو نہایت پاک و صاف رکھا جائے۔ وضو میں اس امر کا اہتمام بوجہ احسن موجود ہے؛

۴۔ پاؤں کا زیادہ دیر تک نہ دھونا اور جراب پہنے رہنا اُن کے لیے مضر ہے اور اس سے ایک قسم کی خراب بدبو پیدا ہوتی ہے۔ جس کا دُور کرنا ضروری ہے۔ اسی حکمت کے لیے غالباً شرع شریف میں جراب یا موزہ پر مسح کرنے کے لیے ایک وقت مقرر ہے جس کے بعد پاؤں کا دھو لینا فرض ہوتا ہے ؛

آدابِ نوم

۱۔ نیند انسان میں راحت اور آرام طلب کرنے کا تقاضائے فطری ہے اور اس لیے جب نیند غلبہ کرے تو سو جانا ضروری ہے۔ اس سے وہ زائل شدہ طاقت بحال ہو جاتی ہے جس کو انسان مختلف کاموں کے کرنے میں ضائع کرتا رہتا ہے ؛

۲۔ نیند کے لیے بہترین وقت رات کا وقت ہے جس کو خالق لیل ونہار نے آرام و راحت ہی کی غرض کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ جو کوئی اس کے برخلاف عمل کرتا ہے وہ قانونِ حفظِ صحت اور نظام فطری کو اُلٹنا چاہتا ہے

۳۔ نیند کے لیے بہترین وضع یہ ہے کہ یا تو باری باری سے دونوں جانب پر سوئے یا دائیں جانب پر سویا کرے۔ اس سے نسبتاً زیادہ آرام حاصل ہوتا ہے اور کھانا اچھی طرح ہضم ہوتا ہے۔ چِت سونے والے کو اکثر مُہیب خواب نظر آتے ہیں اور بعض اوقات اس طرح سونا کابوس کا باعث ہوتا ہے، جو ایک تکلیف دِہ عارضہ ہے۔ منہ کے بل سونا قانونِ ادب اور

قانونِ صحت دونوں کے خلاف ہے۔ اس سے تنفس کی آزادانہ آمد و رفت میں خلل آتا ہے اور اکثر خواب ہائے پریشاں کے دکھائی دینے کا موجب ہوتا ہے۔

۴۔ سر کے نیچے نرم تکیہ رکھنا چاہیئے جو بچھونے سے زیادہ بلند نہ ہو۔ کیونکہ اس سے دورانِ خون میں رکاوٹ پیدا ہوتی اور دماغ کو کافی مقدار میں تازہ اور صاف خون نہ پہنچنے کے باعث کئی ایک بیماریوں کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۵۔ سونے کی حالت میں منہ کو نہ ڈھانپا کرو۔ ایسا کرنے سے تازہ ہوا بہت کم اندر جاتی ہے۔ اس لیے اس سے سِل اور فقرالدم (ANAEMIA) جیسے خطرناک عوارض کے ظہور میں آنے کا احتمال ہے۔

۶۔ یہ خیال نہ کرو کہ چونکہ نیند راحت اور سکون کا موجب ہے اس لیے زیادہ سونا زیادہ راحت اور سکون کا باعث ہوگا۔ یہ خیال غلط ہے۔ اعتدال سے زیادہ سونا طبیعت میں کسل اور تکان پیدا کرتا ہے۔ اس سے قوتِ ذکاء کند ہو جاتی ہے اور جسم میں کمزوری کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ اسی طرح بہت کم سونا بھی مُضر ہے۔ ہاضمے میں خلل آ کر جسمانی کمزوری اور دیگر عوارض لاحق ہوتے ہیں۔ دن رات میں چھ گھنٹہ سے کم اور آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہیں سونا چاہیئے۔ بہتر ہوگا کہ رات کے دس بجے سو جایا کریں اور صبح سویرے پانچ اور چھ بجے کے درمیان اُٹھ کر اپنے فرائض کے ادا کرنے میں مشغول ہوں۔

۷۔ بعض محققین کا فیصلہ یہ ہے کہ نوجوانوں کو پورے آٹھ گھنٹے سونا چاہیئے لیکن جس کی عمر تیس سال سے اوپر ہو اس کو اپنی نیند کی مقدار چھ گھنٹہ تک گھٹا دینا چاہیئے۔ بوڑھوں کے لیے اس سے بھی کچھ کم سونا مناسب ہے البتہ عورتوں اور بچّوں کو کچھ زیادہ نیند کی ضرورت ہے۔ نیز انہی محققین کا قول ہے کہ ضرورت سے زیادہ جاگتے رہنا مختلف امراض کے پیدا ہونے کا سبب ہے بلکہ بعض اوقات اس کا نتیجہ دیوانگی ہوتا ہے۔ بہر حال خیر الامور اوسطھا کے زرّین اور جامع اصول کے مطابق نیند میں بھی درجۂ اعتدال کو ملحوظ رکھنا بہتر ہوگا۔

۸۔ بحالتِ خواب جسم پر سکون طاری ہو جانے کی وجہ سے حرارتِ غریزی (طبعی حرارت) لامحالہ کم ہو جاتی ہے اور سونے والے کے اعضائے باطنی میں خصوصاً سردی سرایت کر جاتی ہے۔ جس کے اثرات بعض اوقات زکام، اسہال، نزلۂ معدہ اور وجع المفاصل کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اس لیے سوتے وقت اپنے جسم کو خوب ڈھانپ لیا کریں اور سردی سے اپنے آپ کو بخوبی محفوظ رکھیں۔

۹۔ ایسی جگہ پر نہ سوئیں جہاں ہوا جھونکوں کے ساتھ آتی ہے۔ البتہ ہوا کی آزادانہ آمد و رفت کا خیال رکھنا لازم ہے اور اس لیے کھڑکیوں اور روشندانوں کو بقدر امکان کھلا رکھنا چاہیئے۔ سخت سردی کے موسم میں جبکہ مجبوراً کھڑکیوں کو بند رکھنا پڑتا ہے، ہر روز علی الصباح تمام کھڑکیوں کو کھول دینا چاہیئے تاکہ اگر مسموم ہوا کا کچھ شائبہ موجود ہے تو وہ نکل

جائے اور تازہ صحت بخش ہوا سے کمرہ بھر جائے۔

۱۰۔ جن دنوں میں اوس پڑتی ہو کھلے صحن میں یا چھت کے اوپر نہ سوئیں کیونکہ شبنم کی رطوبت جسم کے لیے مضر ہے اور کئی ایک امراض کے پیدا ہونے کا باعث ہوتی ہے۔

۱۱۔ تنگ کمرے میں خصوصاً جبکہ کھڑکیاں بند ہوں بہت سے آدمیوں کو اکٹھا نہیں سونا چاہیے۔ کثرتِ تنفس سے جو ہوا کمرہ میں پھیل جاتی ہے، وہ بہت خطرناک ہوتی ہے۔

۱۲۔ کمرے کو بہت زیادہ عطریات اور پھولوں سے مہکا دینا بھی مضرِ صحت خیال کیا جاتا ہے۔

۱۳۔ چھوٹے شیر خوار بچے کو کمرے میں کھڑکی کے سامنے سلانا چاہیے جہاں سے روشنی آتی ہو۔ کیونکہ چھوٹا بچہ طبعاً روشنی کی طرف منہ کرتا ہے اس لیے اگر روشنی اس کی مقابل سمت سے نہیں آئے گی اور کسی اور جانب سے آئے گی تو وہ بالطبع بار بار اسی طرف مڑ کر دیکھنے کی کوشش کرے گا۔ اور کہتے ہیں کہ اس سے آنکھوں میں بھینگاپن آجاتا ہے۔ البتہ اس بات کا خیال رہے کہ ہوا کے جھونکے سامنے سے نہ آئیں۔

۱۴۔ گہری نیند سونا یقیناً مفیدِ صحت ہے۔ جس کے لیے یہ ضروری ہے کہ نہ صرف اپنے ذہن کو ہر قسم کے افکار اور تردّدات سے خالی کر دے بلکہ اپنے دل میں سے حسد اور کینہ کے خیالات کو بھی دور کر

دے جس کا موجود ہونا گہری نیند سونے کے لیے مانعِ اعظم ہے۔ اس لیے اگر تم گہری نیند کا لطف حاصل کرنا چاہتے ہو اور خوشگوار صحت سے بہرہ ور ہو کر خوشحالی کی زندگی بسر کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو اپنے آئینۂ دل کو غلّ و غش اور کینہ و حسد کی کدورات سے پاک و صاف رکھو اور دُنیاوی دھندوں میں اس قدر منہمک نہ ہو جایا کرو کہ کام کرنے کا وقت گزر جائے۔ تب بھی تمہارے دل پر اس کا خیال اور اندیشہ مسلّط رہے گا

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است
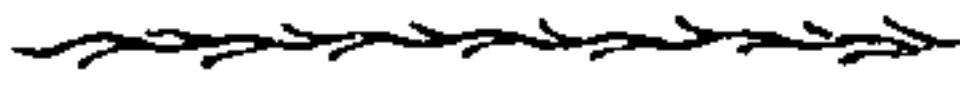
غذا کی بابت ہدایات

۱۔ ایک بزرگ نے مفیدِ صحت غذا کی بابت کیا ہی جامع و مانع ایک مختصر سا گُر بتایا ہے کہ:

"جب تک بھوک نہ لگے (اشتہائے صادق نہ ہو) کھانا مت کھاؤ اور ابھی کچھ اشتہا باقی ہو کہ کھانے سے اپنا ہاتھ کھینچ لو"

۲۔ جو کچھ بھی انسان اپنے بقائے حیات یعنی زندگی قائم رکھنے کے لیے کھاتا پیتا ہے اس کو غذا کہتے ہیں۔ غذا کی بڑی بڑی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم جو اہمیت کا پہلو لیے ہوئے ہے گوشت اور سبزیاں ہیں۔ دوسری قسم چربی کی انواع و اقسام مثلاً گھی اور تیل اور حیوانی چربی۔ تیسری قسم میں نشاستہ دار اشیاء شامل ہیں جیسے آلو وغیرہ۔

کامل غذا کا تینوں قسم پر مشتمل ہونا لازم ہے۔

۳۔ گوشت کی سب سے بہتر قسم سُرخ گوشت ہے جیسے دُنبہ کا گوشت۔ اور سب سے بہتر سبزی مٹر ہے۔ سیم کی پھلی بھی اسی کے قریب قریب ہے۔ شوربہ، دودھ، انڈے اور سفید گوشت مثلاً مچھلی اور پرندوں کا گوشت بہت آسانی کے ساتھ ہضم ہونے والی غذا ہے۔

۴۔ پیاز، لہسن اور مصالحہ جات اس لیے شامل غذا کیے جاتے ہیں کہ ان سے اشتہا زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن معدے پر اُن کا مضر اثر پڑتا ہے

ہر ایک موسم میں اس کے مناسب حال غذا کھائی جائے ۔ چنانچہ جاڑوں میں مرغن اور مقوی غذا کھانی چاہیئے ۔ مثلاً بُھنا ہؤا گوشت وغیرہ۔ موسم گرما میں غذا سیّال اور کم مرغّن ہو اور حیوانی غذا کے مقابلے میں نباتی غذا (سبزیاں ترکاریاں) زیادہ استعمال کریں ۔ بہار میں بُھنا ہؤا گوشت اور سبزیوں کا کھانا مناسب ہے اور خریف میں معتدل غذاؤں کا التزام فرمائیں۔

۶۔ میوہ جب تک اچھی طرح پکا نہ ہو اُس کے کھانے سے احتراز کریں ۔ گرمی کے موسم میں زیادہ مچرّب غذا نہ کھائیں ۔سبزی کا زیادہ استعمال کریں اور ترش ذائقہ میوے کھایا کریں ۔ موسم گرما کی غذا ۳/۴ حصّہ سبزی اور ایک چوتھائی گوشت ہونا چاہیئے۔

۷۔ غذا مقررہ اوقات پر کھانا چاہیئے ۔ اگر کھانے کا وقت آگیا ہے اور انسان اشتہائے صادق محسوس نہیں کرتا یا اُس کے معدے میں بوجھ سا محسوس ہو یا گمان غالب رکھتا ہو کہ پہلا کھانا ہضم نہیں ہؤا تو ایسی حالت میں کھانا نہیں کھانا چاہیئے۔

۸۔ انسان کو پیٹ بھر کر کھانا نہیں چاہیئے بلکہ کھانے میں حدِ اعتدال یہ ہے کہ بھوک کا احساس زائل ہوجائے ۔ کھانے میں اعتدال ملحوظ رکھنا حفظِ صحت کا بڑا سبب ہے اور پُرخوری کئی امراض کا باعث ہو سکتی ہے۔

۹۔ کامل آرام کے بعد اور سخت تکان کے بعد کھانا نہیں کھانا چاہیئے

بہتر ہوگا کہ کھانے سے پہلے تھوڑا سا پھل کھالیں۔ کیونکہ اس سے اشتہار کو مدد ملتی ہے۔

۱۰۔ کھانے کے وقت تنگ کپڑے نہ پہنے ہوں اور لقمہ کو خوب چبا کر نگلیں۔ اوّل الذّکر ہضم کا مانع اور مؤخّر الذّکر معاونِ ہضم ہے۔

۱۱۔ کھانا کھاتے وقت چُپ نہیں بیٹھے رہنا چاہیئے۔ بلکہ کوئی ایسی گفتگو کرتے رہیں جس پر نہ تو دماغ خرچ ہو اور نہ وہ کدورتِ خاطر کا باعث ہو، دونوں باتیں قوّتِ ہاضمہ کے عمل کو ناقص بنا دیتی ہیں۔

۱۲۔ پانی کا پینا کھانے کے درمیان میں اچھا ہوتا ہے۔ کھانے کے بعد اُس کے متّصل پانی پینا تأخّرِ ہضم کا باعث ہے۔ اگر کھانے کے بعد پانی پینا ہو تو ایک دو گھنٹے صبر کریں۔ نیز کھانے کے بعد فوراً نہ سو جایا کریں اور نہ ہی ایک دو گھنٹے تک کوئی ثقیل کام یا ایسا کام کریں جس سے دماغ پر بوجھ پڑتا ہو۔ کسی آسان دلچسپ مضمون یا اخبار کا پڑھنا مضائقہ نہیں۔

۱۳۔ روزہ دار کو نہیں چاہیئے کہ افطار کے وقت بہت سا کھانا دفعتہً کھالے۔ یہ بھی غلطی ہوگی کہ سخت پیاس لگی ہو اور کثرت سے ٹھنڈا پانی پی لیں۔ اس سے معدے میں نزلہ جمع ہوتا اور مزید پیاس محسوس ہوتی ہے۔ بہتر ہوگا کہ تھوڑی سی مقدار میں کچھ کھا پی کر افطار کیا جائے اور ایک گھنٹہ کے بعد جبکہ اشتہائے صادق ظہور میں آ چکی ہو، پورا کھانا کھایا جائے۔

۱۴۔ اگر کیک میں گھی اور شکر کی مقدار زیادہ ہو تو اس کو افطار کے وقت استعمال نہ کریں۔ البتہ گھی اور شکر کم ہو تو چنداں ہرج نہیں ہے۔

مشروبات کے متعلق ہدایات

۱۔ گرم اور معتدل ملکوں میں پینے کے لیے سب سے بہتر چیز آبِ زلال ہے۔ حفظِ صحت کے لحاظ سے سب سے بہتر پانی وہ ہے جو پاک اور صاف ہو۔ اس میں کسی قسم کی کدورت نہ ہو۔ رنگ و بُو اور ذائقے میں کوئی تغیّر واقع نہ ہُوا ہو۔ ایسا پانی پینا اعضاء کے عمل کو تقویت بخشتا اور جسم کی نشوو نما پر مقوّی اثر ڈالتا ہے۔ نالابوں کا کھڑا پانی پینا اور جس پانی میں بدبُو پیدا ہو گئی ہو مختلف قسم کے خطرناک امراض (مثلاً ہیضہ، تپِ محرقہ وغیرہ) کے ظہور میں آنے کا باعث ہوتا ہے۔

۲۔ پانی کو صاف کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کو ریت اور کوئلے کے ذریعے سے فلٹر کیا جائے۔ ریت اس کو کدُورتوں سے صاف کر دیتی ہے اور کوئلہ اس کی عفونت کو زائل کرتا اور جراثیم کو مار ڈالتا ہے۔

۳۔ گرمی کے موسم میں طبیعت چاہتی ہے کہ خوب سرد پانی پیا جائے جس میں برف کی مقدار بہت زیادہ ہو لیکن ایسا کرنا مضرِ صحت خیال کیا جاتا ہے۔

۴۔ کوئیں اور چشمے کا پانی آبِ دریا سے کم درجے کا خیال کیا جاتا ہے۔

۵۔ معدنی چشموں میں مختلف قسم کے نمک ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور انہی کے خواص کے مطابق اُن کا پانی پینا اور اُن میں نہانا مختلف بیماریوں کا علاج ہے ٭

۶۔ پانی کو گلاس میں پینا مُستحسن ہے۔ کیونکہ اگر صراحی سے مُنہ لگا کر پانی پیا جائے تو اُس کی پاکیزگی اور مُصفّٰا ہونے کی بابت یقین حاصل کرنا مشکل ہوگا (اور بعینہٖ اسی وجہ کے لیے بہتر ہوگا کہ گلاس غیر رنگدار شیشے کا ہو۔) ٭

۷۔ سخت محنت کرنے کے بعد جب تک بدن پر پسینہ موجود ہو پانی نہیں پینا چاہیے۔ تھوڑی دیر تک آرام لینے اور پسینہ خشک ہوجانے کے بعد پانی پئیں ٭

۸۔ نیند سے اُٹھنے کے بعد فوراً پانی پینے سے احتراز کرو۔ اس سے پہلو اور جگر کے بعض امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہے ٭

۹۔ بہت پانی پینا خون کو کمزور بنا دیتا ہے اور معدہ اس سے پھُول جاتا ہے۔ برخلاف اس کے کم پانی پینے سے خون کثیف ہو جاتا ہے اور اس لیے دَورانِ خون سست ہو جاتا ہے اور اعضاء اپنے فرائض انجام دینے سے قاصر رہتے ہیں ٭

دُودھ

بُوڑھوں اور بچّوں کے لیے دودھ خصوصاً ایک نہایت مفید، صحت بخش اور زود ہضم غذا ہے۔ اس میں تمام پرورشی اجزاء موجود ہیں۔

لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ پانی ملا ہوا نہ ہو۔ پاکیزگی کے لحاظ سے اس کو مٹی یا شیشے کے برتنوں میں رکھنا چاہیئے۔ کسی ایسے برتن میں دودھ ہرگز نہ رکھیں جس میں زنگ آنے کا احتمال ہے۔ کیونکہ اس سے پیچش اور دیگر امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہے ؎

قہوہ

قہوہ نیند کے کم ہونے میں مدد دیتا ہے اور اس میں غذائیت بھی ہے۔ اگر اس کو دودھ کے ساتھ استعمال کیا جائے تو وہ ایک بہترین غذا ہے جو معدے کے لیے مقوی اور قوت ہضم کی معاون ہے۔ پیچش ریاحی میں اس کا استعمال مفید ہے۔ دلدلی زمینوں کے پاس رہنے والوں کے لیے قہوہ پینا خصوصیت سے مفید ہے۔ اس سے مضر گیسوں کا اثر زائل ہوتا ہے۔ جو ایسے مقامات میں پیدا ہو کر ایک خاص قسم کے تپ کے ظہور میں آنے کا باعث ہوتی ہیں۔ گرم ملکوں میں اس کا پینا مفید ہے۔ کیونکہ اس سے قوائے عاملہ کی سستی دور ہو کر انسان میں کام کرنے کے لیے مستعدی پیدا ہو جاتی ہے۔ سفر کی تکان رفع کرنے کے لیے بھی یہ نفع بخش ہے۔ عام طور پر تھوڑی مقدار میں اور شکر سے میٹھا کر کے اس کو پینا چاہیئے۔ لیکن اگر زیادہ افیون کھانے سے جسم میں سمیت کے آثار پیدا ہو گئے ہیں تو ایسی حالت میں قہوہ بہت زیادہ مقدار میں پلانا ضروری ہوتا ہے۔ قہوہ کو گرم گرم نہیں پینا چاہیئے۔ اس سے سخت ضرر پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ نیز چونکہ وہ

نیند کی کمی اور خون کی تقلیل کا موجب ہے ، اِس لیے کبھی افراط کے ساتھ اس کو استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

چائے

چائے میں قہوہ سے کم غذائیت ہے اور اگرچہ وہ مُحرّک قویٰ ہے اور ساتھ ہی اس کا اثر تسکین بخش ہے لیکن قابض بھی ہے۔ اگر گرم گرم چائے پی جائے تو وہ پسینہ آور موجبِ ادرارِ بول ہے۔ اس سے معدے کو تقویت ہوتی ہے اور دماغی کام کرنے کے لیے زیادہ مستعدی پیدا ہوتی ہے۔ اِس لیے قلب پر اس کا اثر بڑھتا اور دورانِ خون کی حرکت کو سُست کر دیتا ہے اور اُس سے نظامِ عصبی میں ہیجان ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا کثرت استعمال مُضر ہے اور بیہوشی یا خفقانِ قلب کی صورت میں تو مطلق نہیں پلانا چاہیئے۔ چائے کا پینا ان لوگوں کے لیے بہت مفید ہے جن کا جسم کثرتِ افکار اور تردّدات کی وجہ سے کمزور پڑ گیا ہو۔ زیادہ روغنی غذا کھانے والوں کے لیے بھی چائے کا پینا مفید ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس سردِ ملکوں میں اور جاڑے کے موسم میں چائے کا استعمال مفید ہے۔ گرمی کے موسم میں املی کا شربت سنگترے کا شربت، شربت انار اور شربت لیموں کا پینا زیادہ مفید ہے۔

تمباکو

جیسے کہ پہلے مُنہ کے آداب میں اس کے مُضر اثرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ ایک دیر میں اثر کرنے والا زہر ہے جس کا قوتِ شامہ

سامعہ اور باصرہ پر مُضر اثر پڑتا ہے۔ تنگیٔ تنفس کا باعث ہوتا ہے اور اشتہاء کے لیے قاتل ہے۔ اِنہی مُضرِ صحت اثرات کو ملحوظ رکھ کر بعض ملکوں میں بارہ سال کی عمر تک قانوناً اس کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

شراب پینا چونکہ ہر ایک مسلمان کے لیے قطعاً حرام ہے اور اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں نہایت تاکید کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے۔ اِس لیے اس موضوع پر مزید لکھنے کی ضرورت نہیں۔

ملبوسات کے متعلّق ہدایات

۱۔ ہر ایک مُلک اور ہر ایک موسم میں اُون کے کپڑے سب سے زیادہ صحت بخش لباس ہے کیونکہ وہ حرارت کو مقدارِ کثیر میں اور نمی کو نہایت قلیل مقدار میں محفوظ رکھتے ہیں۔ وہ پہننے والے کے جسم سے بوئے بد کو دفع کرتے اور نسبتاً امراض کے جراثیم کے لیے قاتل ہیں۔ البتہ ان کے باقاعدہ بدل لینے میں تساہل نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ پتلے دُبلے اشخاص کے لیے ابوڑھوں کے لیے اور اُن اشخاص کے لیے جو جوڑوں کے درد کے عارضے میں مبتلا ہیں، زیادہ موزوں ہیں۔ لیکن دموی مزاج اور صحیح الخلقت بچوں کے لیے ان کا استعمال چنداں موافق نہیں۔

۲۔ ریشمی کپڑے پہننا مُضرِ صحّت ہے۔ کیونکہ وہ جسم کے پسینے کو جذب نہیں کرتے اور اُن کا پہننے والا گویا ہر وقت حمام میں رہتا ہے۔ البتہ سخت گرمی کے دنوں میں سب کپڑوں کے اوپر پہننا ضرور مفید ہے۔ کیونکہ وہ سُورج کی تیز کرنوں کے اثر کو روکتے ہیں، لیکن یاد رکھیں کہ ریشمی لباس کا پہننا شرعاً حرام اور ممنوع ہے۔

۳۔ رُوئی کا کپڑا رطوبت کو آسانی سے جذب کرتا ہے لیکن مشکل سے اس کو خارج کرتا ہے اور جبکہ ہوا خشک ہو تو وہ جسم کی حرارت کو محفوظ رکھتا ہے۔ اُس کا پہننا فقط موسم گرما کے لیے مناسب ہے۔

لیکن جو شخص سرد جگہ میں رہتا ہو یا زکام زدہ ہو یا جوڑوں کے درد کے عارضہ میں مبتلا ہو ، اس کے لیے روئی کا کپڑا پہننا مناسب نہیں۔

۴۔ بہتر ہو گا کہ موسمی حالت کا لحاظ کر کے اس کے موافق لباس پہنا جائے مثلاً ربیع اور خریف میں متوسط قسم کا لباس پہنیں۔ گرمیوں میں خفیف اور جاڑے میں گاڑھے کپڑے استعمال کریں ۔ رنگ کے لحاظ سے گرمیوں میں سفید اور جاڑے میں سیاہ کپڑا پہننا بہت مفید اور موافق ہے ۔ کیونکہ اوّل الذکر سورج کی گرم شعاعوں کو باہر کی طرف خارج کرتا ہے ۔ برخلاف اس کے مؤخر الذکر ان کو جذب کر کے جسم کے لیے حرارت پہنچانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

۵۔ لباس کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک وہ جو ہر وقت جسم کے ساتھ متصل رہتا ہے ۔ اس کا مناسب وقت پر جلد جلد بدلنا حفظِ صحت کے لیے ضروری ہے ۔ مثلاً جو قمیص روئی کے کپڑے سے بنی ہے اس کو ہفتے میں دو بار بدلنا مناسب ہے ۔ دوسری قسم کا کپڑا وہ ہوتا ہے جو سوسائٹی میں اپنی معقول شکل و صورت قایم رکھنے کے لیے دوسرے کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے ۔ چونکہ اس پر جسم کے پسینے اور فضلات کا اثر نہیں ہوتا اِس لیے جب تک ایسا کپڑا مَیلا نہ ہو جائے یا پھٹ نہ جائے اُس کا بدلنا ضروری نہیں۔

۶۔ قمیص کا گلا تنگ نہ ہو اور نہ واسکٹ بہت تنگ پہنا کریں ۔ اس سے دورانِ خون کی آزادی میں خلل آتا ہے جس سے قسم قسم کے خطرناک

امراض پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

۷۔ سر کو ہمیشہ خفیف طور پر ڈھانکا جائے۔ دماغ کو زیادہ حرارت کا پہنچ جانا مضر ہے۔ البتہ پاؤں کو گرم رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اُن پر سردی کا بہت جلد اثر ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ انسان اپنے لیے رات اور دن کا لباس علیحدہ علیحدہ رکھے۔

۸۔ تنگ جُوتا اور بُوٹ کبھی نہ پہنا کرو۔
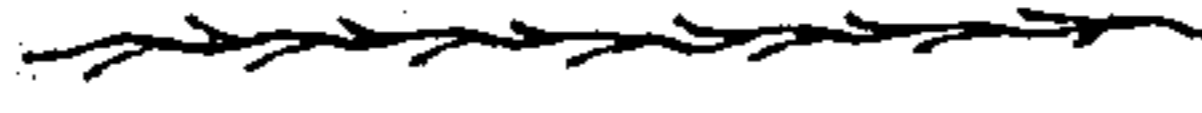
ہوا کے متعلق ہدایات

۱۔ انسان کی زندگی کے لیے ہوا نہایت ضروری عنصر ہے اور عمدہ
صحت کے لیے صاف اور پاکیزہ ہوا میں رہنا لازم ہے۔ یہ بھی ایک
غذا یا بمنزلہ غذا کے ہے۔ چنانچہ ایک طاقتور نوجوان کو ایک کمزور بچے
کے مقابلے میں بہت زیادہ تازہ ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی
طرح دن کے وقت اور جب کہ انسان کوئی محنت کا کام کرے، ایسی
حالت میں اُس کو زیادہ مقدار میں ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ کثیف
اور گندی ہوا میں رہنے سے کئی قسم کے خطرناک اور مہلک امراض پیدا
ہوتے ہیں۔

۲۔ سرد ہوا کے لگنے سے اکثر زکام کے ظہور میں آنے کا اندیشہ
ہوتا ہے جس کو اطبائے یونانی "اُمّ الامراض" کہتے ہیں اور جو امراضِ سینہ
کے پیدا ہونے کا پیش خیمہ ہے۔ اِس لیے سردی میں گرم کپڑا
پہنے رہنے میں تساہل نہیں کرنا چاہیئے۔ جب جسم پر پسینہ موجود ہو تو
فوراً کپڑے نہ اُتارو اور سر کو ننگا نہ رکھو۔

۳۔ موسم سرما کی شروع کی سردی سے اپنے آپ کو بچاؤ اور آخر
زمستان کی سردی کھاؤ۔ اس کا جو اثر تم درختوں پر دیکھتے ہو وہی اثر
تمہاری نشو و نما پر اور قوائے پر ہوگا۔

۴۔ گرم ہوا میں چلنا پھرنا مُضِر ہے اور خصوصاً معدے اور امعا پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ خشک ہوا جس میں رطوبت کا اثر نہ ہو صحت کے لیے نہایت مفید ہے۔ برخلاف اس کے مرطوب ہوا جو گرم بھی ہو اُس سے پیشاب زیادہ آتا ہے۔ تنفّس میں تنگی اور سینے میں انقباض پیدا ہوتا ہے۔ اِس لیے انسان کو چاہیے کہ ہوا کی رطوبت سے محفوظ رہنے کا اچھی طرح خیال رکھے۔

۵۔ تُنک مزاج اور کمزور پھیپھڑوں والے آدمی کو خصوصیت سے تنگ مکان میں رہنے سے جہاں ہوا کی آزادانہ آمد و رفت نہ ہو اور جہاں لوگوں کی زیادہ بھیڑ بھاڑ ہو احتراز کرنا چاہیئے۔ ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اُس کے سونے کے کمرے میں دُھوپ، روشنی اور ہوا کی آزادی کے ساتھ آمد و رفت ہو سکے، اس لیے دن کے وقت تمام روشندانوں اور کھڑکیوں کو کھول دینا چاہیئے۔

مسکن کے متعلق ہدایات

۱۔ مسکن کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کرۂ ہوائی کے انقلابات کا جو صحت پر اثر ڈالتے ہیں، بخوبی مقابلہ کر سکے۔

۲۔ اپنا گھر کسی قدر اونچی جگہ پر بنانا چاہیے جہاں تازہ ہوا کی آمد و رفت میں کوئی رُکاوٹ حائل نہ ہو۔ کیونکہ جو مکانات پست جگہ میں ہوتے ہیں اور اُن کی ہوا بدلتی نہیں رہتی ہے وہ مرطوب رہنے کے باعث جسم میں امراض متعلقۂ استخوان اور مرض سل کو بہت جلدی قبول کر لینے کی استعداد پیدا کر دیتے ہیں۔

۳۔ اگر تم سمندر کے قریب رہتے ہو تو بہتر ہوگا کہ تمہارے مکان کا رُخ سمندر ہی کی طرف ہو کیوں کہ اُدھر سے آنے والی ہوائیں خصوصاً موسم گرما میں فضا کو معتدل اور لطیف بناتی ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ جس طرف تمہارے مکان کا رُخ ہے، اُس طرف جوہڑ یا تالاب نہ ہو۔ کیونکہ کھڑے پانی سے جو ابخرے اُٹھتے ہیں، وہ مختلف قسم کے ردّی بخاروں کے ظہور میں آنے کا موجب ہوتے ہیں۔ اسی طرح مقبرے یا دباغت خانہ کے قریب بھی تمہارا مکان نہیں ہونا چاہیے جس سے قوتِ شامہ متاثر ہو کر دماغ کو مشوش کرتی ہے اور اس کا اثر مُضر صحت بھی ہے۔ مکان کے ارد گرد گھنے درختوں کا ہونا بھی ضرورت سے زیادہ نمی پیدا ہونے کا سبب ہے جس

سے صحت پر خراب اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔

۴۔ بڑے شہروں میں لوگوں کی کثرت اور اژدحام کے باعث نیز ایسی جگہوں کی کثرت کی وجہ سے جن سے ہوا میں عفونت پیدا ہوتی ہے سکونت رکھنا کئی امراض کے ظہور میں آنے کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس لیے شہر کے باہر اور دیہات میں بود و باش رکھنا بلحاظِ صحت نہایت مفید ہے۔

۵۔ ہوا کی طرح مکان میں روشنی کا ہونا بھی لازم ہے۔ تنگ و تاریک مکانات میں رہنا یقیناً مضرِ صحت ہے۔

۶۔ فقط چونے سے یا چونے اور نیلا تھوتھا سے مکان کی سفیدی کرانا عفونت کو زائل کرتا، حشرات الارض کی کثرت کو روکتا اور جراثیم امراض کے لیے قاتل ہے۔

۷۔ باورچی خانے اور غسل خانے کے درمیان کافی فاصلہ ہونا چاہیے اور غسل خانے کو روزمرہ یا دوسرے تیسرے دن ضرور دھلوایا کریں اور کوئی دافعِ عفونت عرق (اینٹی سپٹک لوشن) مناسب وقفے کے بعد اس میں چھڑکا کریں۔

۸۔ سونے کا کمرہ بھی غسل خانے کے قریب نہ ہو۔ نیز ہوا اور روشنی کی آزادانہ آمد و رفت کے لیے بقدرِ مناسب اُس میں کھڑکیاں اور روشندان ہوں۔ جن کو دن کے وقت ضرور کھلا رکھنا چاہیے۔ کمرۂ مذکور کو نہایت پاک و صاف رکھیں اور اُس میں کسی قسم کی غلاظت اور عفونت پیدا نہ ہونے دیں۔

۹۔ جن برتنوں میں پینے کا پانی رکھا جائے اُن کو ہر روز علی الصباح خوب دھلوا لیا کریں۔ اور اس کے بعد اُن میں صاف پانی بھر دیا کریں۔

۱۰۔ بہتر ہوگا کہ تمام کمروں کے پختہ فرش کو ہفتہ میں ایک مرتبہ اچھی طرح دھلوا لیا کریں۔

حفظِ صحت اور زیادتیٔ عمر کے لیے

دس زرّیں مقولے

۱۔ سویرے سو جایا کرو اور سویرے اُٹھا کرو اور دن بھر کام کرو۔

۲۔ قیامِ زندگی، روٹی اور پانی سے ہے۔ لیکن صاف ہوا اور سُورج کی روشنی حفظِ صحت کے لیے لازم ہے۔

۳۔ درازیٔ عمر کے لیے قناعت اکسیر ہے۔

۴۔ برتنوں کو صاف اور ستھرا رکھنا اُن کی پائداری کا باعث ہے۔

۵۔ تھوڑا سا آرام کرنا بدن میں چُستی پیدا کرنے اور طاقت کے بحال ہونے کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن اُس کی کثرت اُلٹا اثر یعنی افسردگی اور سُستی پیدا کرتی ہے۔

۶۔ عمدہ لباس جس میں اعضا آزادی کے ساتھ حرکت کر سکیں، جسم کو کرۂ ہوائی کے ناگوار عوارض اور اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

۷۔ لطیف اور دلکش مکان انسان کی خوشی کو بڑھاتا ہے۔

۸۔ ہنسی، دل لگی قوتِ فکریہ کے لیے صیقل کا کام دیتی ہے۔ لیکن اُس کی افراط کا اُلٹا اثر ہوتا ہے۔

۹۔ اپنے آپ کو خوش رکھنا درازیٔ عمر اور جوانی کو دیر پا بنانے کا سب سے اچھا نسخہ ہے۔

۱۰۔ دماغی ترقی میں مشغول ہو کر ظاہری اعضا کی خبر گیری بھول نہ جاؤ۔

اسباقِ زندگی

تمہید :-

نیک نہاد نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے مستقبل پر غور کریں۔ کیونکہ شباب اور بے فکری کی حالت کچھ زیادہ دیرپا نہیں۔ ہمیشہ آدمی بچہ یا جوان نہیں رہتا اور نہ ہمیشہ کے لیے والدین اُس کی بقا و حیات کو سنوارنے کے لیے اُس پر اپنا روپیہ بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ وہ وقت بہت قریب ہے جب کہ تم نوجوان خود اپنی معاش کی ضرورت پورا کرنے کے کفیل بن جاؤ گے بلکہ دوسروں کی ضرورتوں کا انتظام بھی تمہارے ذمے ہوگا۔ اگر تم پہلے ہی سے اس بارِ گراں کو آسانی کے ساتھ اپنے کندھوں پر اٹھا لینے کی استعداد اور قابلیت اپنے آپ میں پیدا نہیں کرو گے تو یقیناً اُس وقت تمہارا نہایت بُرا حال ہوگا اور تمہیں دوسروں کا محتاج اور دست نگر بننا پڑے گا جو بذات خود ایک بڑی ذلت ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر کر کے تم ایسے اشخاص پاؤ گے بھی نہیں جو تمہاری بجائے تمہارے فرائض حصولِ معاش بجا لائیں۔ اس لیے سعادت مند نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی آئندہ زندگی کی ضروریات کو مدِ نظر رکھ کر اُن کے پورا کرنے کی صحیح قابلیت پیدا کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔

"آج کے بچے کل کے باپ ہیں"

خُلاصہ:

۱۔ اپنے مذہب کے مقدّس احکام اور قوانینِ مُلکی کی پابندی کرنا۔

۲۔ ہر ایک کام کے کرنے میں دُور اندیشی اور ثابت قدمی کا ساتھ نہ چھوڑنا۔

۳۔ جدوجہد میں کوتاہی نہ کرنا اور شہواتِ نفسانی سے مغلوب نہ ہونا۔

۴۔ حقائق کا علم حاصل کرنا اور انفرادی اور قومی بہبود و ترقی میں بقدرِ امکان سعیٔ بلیغ کرنا۔

اجتہادِ عمل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں جابجا انسان کو (جس کی سرشت میں غفلت اور آرام طلبی کا خمیر موجود ہے) عمل کرنے کی نہایت تاکید کے ساتھ ترغیب و تحریص فرمائی ہے اور بتا دیا ہے کہ آخرت کی ابدی زندگی میں تم اپنے عملوں ہی کا ثمرہ پاؤ گے اور تمہاری جزا یا سزا تمہارے اپنے عمل کی نوعیت کے مطابق ہوگی۔ دُنیاوی زندگی میں بھی خدائے تعالیٰ کا یہی قانون نافذ ہے اور تمہاری کامیابی اور خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا تمام تر مدار تمہاری اپنی جدّ و جُہد اور قوّتِ عمل پر ہے، اِس لیے تمہیں اپنے اِس فرضِ عین کی بجا آوری میں ہرگز ہرگز غفلت نہیں کرنا چاہیئے۔

۲۔ جو کام کرنا چاہو پہلے اُس کام کے کرنے کے طریقہ پر مناسب غور کرلو اور اُس کے ہر ایک پہلو پر اپنی قوّتِ فکریہ کو جولانی دو اور پھر اُس کو نہایت سکون اور بصیرت کے ساتھ عمل میں لاؤ۔ جلد بازی سے

کام بگڑتے ہیں اور سالہائے دراز تمہارے اُس کام کو درست کرنے سے قاصر رہیں جس کو تم نے بصیرت کے ساتھ ٹھیک طریقے پر شروع نہیں کیا ہے۔ البتہ بے فائدہ غور و خوض میں وقت ضائع نہ کرو۔ وقت ایک نہایت قیمتی چیز ہے اور اگر کوئی اپنی بے احتیاطی سے اُس کا کوئی حصّہ گنوا دے تو پھر ہزار افسوس کرے، اپنی تمام دولت خرچ کر ڈالے اُس کا واپس آنا ناممکن ہے۔

۳۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے لیے روزی کا پہنچانا مقدر کیا ہوا ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ تم اُس کے ہی وضع کردہ قانون کی خلاف ورزی کرکے ترکِ اسباب کرو اور سعی و کسب کو چھوڑ دو۔

"آسمان سے سونا نہیں برسا کرتا نہ زمین سے چاندی اُگتی ہے۔"

ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ قوانینِ قدرت کا اتّباع کرے اور مناسب ذرائع اور وسائل استعمال کرکے اپنے لیے اور اپنے وابستگان کے لیے روزی پیدا کرے۔ ایسا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے اور عقلمندانِ روزگار اس کو حماقت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کسبِ حلال کرنے میں کوئی ذلت اور عار نہیں۔ سب سے بڑا گناہ اور بڑی ذلت یہ ہے کہ انسان اپنی روزی کے پیدا کرنے سے عاجز ہو۔ اور باوجود ہٹا کٹا ہونے کے دوسروں کا محتاج اور دست نگر بنے۔ چاہے تم کتنے ہی عقلمند اور ہوشیار ہو لیکن بغیر سعی اور کسب کے تم اپنے مطالب

کو حاصل نہیں کر سکتے۔

۴۔ ایک ہی وقت میں متعدد کاموں پر ہاتھ نہ ڈالو۔ اس سے کوئی کام بھی ٹھیک طرح پر نہیں ہو سکے گا۔ پہلے ایک کام کو پوری کوشش اور توجہ کے ساتھ سرانجام دو، اس کے بعد دوسرا کام شروع کرو۔ بصورت دیگر توجہ اور سعی کا انتشار تمہاری ناکامیابی یا کم از کم خلل کا باعث ہوگا۔

۵۔ جب تم کسی ایک کام کو شروع کر چکو تو اس کی تکمیل کرو۔ کیونکہ کسی کام کو شروع کر کے ادھورا چھوڑ دینے سے یہ بہتر ہے کہ اس کو شروع ہی نہ کیا جائے۔

۶۔ "کارِ امروز بفردا مگذار" ایک نہایت قابلِ قدر زرین مقولہ ہے جس پر عمل کرنا واجب ہے، کیونکہ جس وقت کے لیے تم آج کا کام چھوڑتے ہو اس وقت کے لیے اور بھی کام نکل آئیں گے اور پھر ان سب کا بیک وقت پورا کرنا تمہارے امکان سے باہر ہوگا (یا کم از کم نہایت مشکل ہوگا) لیکن ہر ایک دن کے کام کو اسی دن بجا لانا خود تمہارے لیے بے فکری اور راحت کا موجب ہوگا۔

۷۔ ہر ایک کام کو ترتیب اور باقاعدگی کے ساتھ انجام دینے سے انسان بہت کچھ تکلیف اور تضیعِ وقت سے بچ سکتا ہے۔

۸۔ کسی نیک کام کو کرتے ہوئے نام و نمود کا خیال تک دل میں نہ لاؤ۔ اگر تم نے کوئی قابلِ تعریف کام کیا ہے تو سمجھنے والے خود بخود اس

کی قدر کریں گے ۔

۹۔ اپنے تمام اعمال میں اور ہر ایک قسم کی مصروفیتوں میں صبر و استقلال کو اپنا شیوہ بنائے رکھو اور کبھی دل تنگ اور ملول نہ ہو جایا کرو ۔ بلکہ تمام مشکلات کا نہایت پامردی کے ساتھ مقابلہ کرو ؎

منشیں ترش تو از گردش ایام کہ صبر
گرچہ تلخ است ولیکن بر شیریں دارد

۱۰۔ اگر کوئی بھی اس قسم کا موقع پیش آئے جس سے تم کم و بیش فائدہ اٹھا سکتے ہو تو اس کو ہرگز ہرگز نہ گنوایا کرو ۔ فرصت کا موقع کھو دینا عقلمندی نہیں ۔ عربی میں ایک ضرب المثل ہے :۔

"ما کلّ عثرۃ تقال ولا کلّ فرصۃ تنال"

(ہر ایک لغزش معاف نہیں کی جاتی اور ہر ایک موقعہ (پھر) ہاتھ نہیں آتا) ۔

۱۱۔ ہر ایک قسم کی جدّ و جہد میں عمل کے نتائج پر نظر رکھو ۔ اس سے تمہارے قوائے عملیہ میں نشاط پیدا ہو کر مشکلات کا مقابلہ کرنا تمہارے لیے آسان ہوگا ۔ یہ یقین کر لو کہ سستی ، آرام طلبی اور لذّات نفسانی کی پیروی میں منہمک ہونا اعمال نافعہ کی جدّ و جہد اور مصروفیت کے مقابلے میں انسان کی صحت اور زندگی کو زیادہ فرسودہ کرتا ہے ۔ مصروفیت شیطانی وساوس کے انواع و اقسام سے بچنے کے لیے نہایت عمدہ ذریعہ ہے ۔ اور "خانہ خالی را دیو می گیرد" ایک نہایت سچّا مقولہ ہے ۔

۱۲۔ اپنے دُنیاوی اشغال میں آخرت کے لیے عمل کرنا بھول نہ جاؤ۔ اللہ تعالےٰ کے اس جامع و مانع قول کو یاد رکھو :

"فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ" (جس شخص نے ذرّہ بھی نیکی کی وہ اس کی جزا دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ بھی بُرائی کی اس کی سزا اُس کو بھگتنی پڑے گی۔

نیز اللہ تعالےٰ کا یہ قانون بھی تمام اعمال میں مدِّنظر رکھو کہ :۔

" لیس للانسان الا ما سعیٰ" (ہر ایک انسان کو وہی ملے گا جو خود اُس نے سعی اور کوشش کی)۔

۱۳۔ اس دُنیا کی زندگی ایک سریع الزوال حالت ہے۔ اس لیے اس مختصر سی زندگی میں ایسے اعمال بجا لاؤ جن کی بدولت تمہارے مرنے کے بعد بھی تمہارا نام روشن رہے۔ نیک اعمال سے جو یاد انسان کی قائم ہوتی ہے اس کو زمانے کا دستِ انقلاب بھی نہیں مٹا سکتا۔ آدمی مرجاتا ہے لیکن اُس کا ذکرِ خیر باقی رہ کر اُس کے لیے حیاتِ جاوداں کا باعث ہوتا ہے۔ اس لیے اگر بقائے دوام چاہتے ہو تو اپنی زندگی میں نیکی کرو اور جہاں تک ممکن ہو بنی نوع کو فائدہ پہنچاؤ۔ والاٰخرۃ خیر و ابقیٰ۔ اپنی حالتِ حاضرہ پر کبھی قناعت نہ کرو بلکہ اپنے مطمحِ نظر کو ہمیشہ بلند رکھو اور علمی، ادبی، اخلاقی اور مذہبی ترقی میں بہ دل و جان کوشاں رہو۔ زندگی کا مقصد "کھانے پینے عیش اُڑانے" سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے !!

بنی نوعِ انسان کے

مختلف طبقات کے فرائض

۱۔ جب تم اپنی تعلیم کو ختم کر چکو تو تحصیلِ معاش کے لیے کوئی ایسا پیشہ انتخاب کرو جس کے لیے تم میں طبعی میلان موجود ہے اور تمہاری حالت سے بہت زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایک یہ نصیحت یاد رکھو کہ ایک سے زیادہ ہنروں کے سیکھنے میں بیک وقت مشغول ہونا کسی میں بھی درجۂ کمال پیدا ہونے نہیں دیتا۔ ایک ہی ہنر کو نہایت اچھی طرح سیکھو اور اس میں مہارت کا درجہ حاصل کرو۔

۲۔ بہرکیف تمہارا کسب و ہنر جو کچھ بھی ہو اُس میں راستبازی اور امانت و دیانت تمہارا شعار ہونا چاہیئے۔ نیز اپنے کسب میں نظام و ترتیب اور صفائی کا ہر وقت خیال رکھو۔ اپنے کسب کی ترویج میں ہرگز خیانت اور بددیانتی کا ارتکاب نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ کے سامنے روسیاہ ہونے سے قطع نظر کر کے ایسا کرنا اصولِ کاروبار کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اگر تمہاری خیانت اور بددیانتی کا بھید کھل جائے (جو اکثر کھل جایا کرتا ہے) تو اس میں شک نہیں کہ تمہارے ساتھ کوئی بھی معاملہ کرنا پسند نہیں کرے گا۔ بالفاظِ دیگر تمہاری کساد بازاری ہو جانا یقینی ہے:

"خسر الدنیا والآخرۃ۔ ذالك هو الخسران المبين"

۳۔ اگر اتفاق سے تمہارا پیشہ زراعت ہے تو اپنی محنت کے لیے نہایت عمدہ زمین انتخاب کرو اور اُس کی پیداوار بڑھانے میں ہر طرح کے ممکن ذرائع استعمال کرو۔ فنِ زراعت کے اصُول اور نکات سے کماحقّہٗ آگاہی حاصل کرو اور نہایت توجّہ کے ساتھ اپنے عمل کو انجام دو تاکہ تمہارا یہ عمل نہ صرف تمہارے اور تمہارے کُنبے کے پیٹ پالنے کا ذریعہ ہو بلکہ مُلک اور قوم کے لیے بھی کم و بیش اہمیت پیدا کرے اور اگر خوش قسمتی سے تم زمیندار ہو تو اپنے مُزارعین کی خوب نگرانی کرو اور اپنی زمین کو زرخیز اور بارآور بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرو۔

۴۔ اگر تم کو کوئی جائیداد میراث میں ملی ہے تو اس کی اچھی طرح حفاظت کرو اور اس کی ثروت اور آمدنی کو بڑھانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔

۵۔ تجارت کی صورت میں تمہیں چاہیئے کہ تجارت کے اصُول سے واقفیت پیدا کرو۔ بہت سے مالہائے تجارت کی بیک وقت خرید و فروخت شروع نہ کرو اور نہ ہی غیر ضروری سامان کی تجارت پر اپنا روپیہ ضائع کرو۔ ہمیشہ کوئی ایسی متاع خریدو جس کی مانگ بہت ہو اور اُس کی نوعیت عمدہ ہو۔ نفع صرف اتنا لو جس سے تمہیں بھی مناسب فائدہ ہو اور خریدار کو بھی نقصان نہ پہنچے۔ لین دین میں انتہا درجہ کی دیانتداری عمل میں لاؤ اور کبھی وعدہ خلافی نہ کرو۔ خدا بھی راضی اور لوگ بھی خوش۔ ہشّاش بشّاش رہنا اور ملاطفت کے ساتھ پیش آنا بھی ذاتی خوبی سے قطع نظر

کر کے تجارت کا ہنر اور اُس میں کامیاب رہنے کا گُر ہے۔

۶۔ اگر تمہیں ملازمت کرنا پڑے تو تم پر لازم ہوگا کہ تمام اُن قوانین اور ضوابط کی پابندی کرو جن کا تعلق اُس ملازمت سے ہے۔ اپنے افسر کی جائز اطاعت کرنا اپنا فرض سمجھو اور اپنے فرائض منصبی کو نہایت تن دہی، ایمانداری اور آزادئ ضمیر کے ساتھ بجا لاؤ!

۷۔ اگر تم معلّم ہو تو تعلیم طلبار کے فرائض کا خیال رکھو جو حسب ذیل ہیں:۔

(الف) جن کی تعلیم و تربیت تمہارے سپرد کی گئی ہے، اُن کے آداب اور اخلاق کی نگرانی اور اصلاح تمہارا اوّلین فرض ہوگا۔ معلّم کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں کو نرمی اور خوش اخلاقی کی تاکید کرے اور ایسی عادات کی اُن کو تلقین کرے جن کی بدولت وہ خالق اور مخلوق دونوں کے نزدیک عزت اور وقعت حاصل کر سکیں۔ الغرض اُن کی زندگی کے تمام حرکات و سکنات حُسن اخلاق اور پابندئ شریعت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہوں اور یہ مقصد صرف زبانی تعلیم و تلقین سے حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اُستاد خود اپنے اعمال و افعال اور اقوال و اخلاق میں اُن کے لیے نمونہ بن کر "اسوۂ حسنہ" پیش نہ کرے۔

(ب) طلبار کو سلیقے اور صفائی کا پابند بنانے میں کوتاہی نہ کریں، نیز اُن کی اشیائے تعلیم (لوازمِ درس) مطالعہ کے کمرے میں نظام اور

ترتیب کے ساتھ ہوں۔ کسی چیز میں بے ترتیبی اور بے قاعدگی نہ ہو۔
(ج) ہمیشہ اُن کے جزدان اور بستوں کو دیکھ لیا کریں کہ اُن کے آلاتِ کتابت وغیرہ سب کچھ درست اور ٹھیک ہیں یا نہیں!
(د) طلبار سے حتّی الامکان ملاطفت کے ساتھ پیش آئیں اور درشت کلامی صرف اپنے موقعے پر بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت زیب دیتی ہے)
اُن کے سامنے مذاق کی بات نہ کریں جس سے اُستاد کا وقار زائل ہو جاتا ہے اور زمانۂ حال کے ماہرینِ تعلیم کا قول ہے کہ اُن کو جسمانی سزا دینے سے احتراز کریں۔
(ھ) لکچر دیتے وقت انتہا درجے کی توضیح سے کام لیں تاکہ ہر ایک درجہ کی ذہانت والے طلبار اس سے استفادہ کر سکیں۔ نیز اس بات کا خیال رکھیں کہ زید اور عمرو کی تعلیم پر یکساں توجّہ کی جائے۔
(و) اثنائے درس میں اور دیگر مناسب موقعوں پر طلبار کو اس بات کی ترغیب و تحریص دلاتے رہیں کہ وہ علوم اور اخلاق کی تحصیل میں انتہائی کوشش صرف کریں اور جد و جہد ہی کو کامیابی کی کلید سمجھیں۔
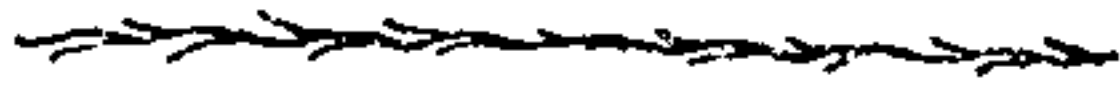
ازدواج کے آداب

۱۔ شادی کرنا زندگی کا ایک اہم مرحلہ ہے۔ ہیئتِ اجتماعیہ بنی نوع انسان (یعنی اُن کے تمدّن اور معاشرت کا جُزوِ اعظم ہے۔ اہل و اولاد کے ساتھ تعلّق پیدا کرنے سے انسان کے جذباتِ محبّت و اُلفت اور شفقت و اعانت کی صفات کی نشو و نما مطلوب ہے۔ جو لوگ مجرّد رہنے کو تاہّل پر ترجیح دیتے ہیں، وہ یقیناً غلطی پر ہیں اور غالباً اُنھوں نے ازدواج کی حکمتوں اور مصالح پر کافی غور کرنے کی تکلیف کبھی گوارا نہیں کی۔ ایسے اشخاص کو بالآخر طویل اور تلخ تجربوں کے بعد اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ شادی شدہ اشخاص کو اگرچہ بعض اوقات تحصیلِ معاش اور دیگر ضروریات و تعلّقات خانگی کے متعلق تکلیفات برداشت کرنا پڑتی ہیں، لیکن اس میں شک نہیں کہ اخلاق اور معاشرت کے پہلو کو مدِّنظر رکھتے ہوئے بلا تأمّل کہہ سکتے ہیں۔ کہ شادی شدہ شخص کی زندگی نہایت مبارک ہے۔ مرض اور مصیبت میں تمھاری خبرگیری کرنے، تمھارے رنج کو ہلکا کرتے، تمھاری سچی ہمدردی کرنے اور تمھارے شریکِ رنج و راحت بننے کے لیے۔ ایک نیک نہاد بیوی سے بڑھ کر اور کوئی رفیق یا مُصاحب نہیں ہو سکتا۔ لیکن جو لوگ شادی کی تائید میں نہیں ہیں یا تو اُن کو

ان واقعات کا علم اور تجربہ نہیں یا بصورت دیگر وہ معاشرت کے ان اہم کوائف کو عمداً نظر انداز کرتے ہیں۔ البتہ اس بات کا لحاظ رکھنا مناسب بلکہ واجب ہے کہ بیوی شریف خاندان ہونے کے علاوہ ذاتی لیاقت کے جوہر سے بھی آراستہ ہو۔ تعلیم یافتہ ہو (یعنی جتنی تعلیم کہ طبقۂ نسواں کے لیے ضروری اور مناسب ہے اتنی تعلیم حاصل کی ہو اور اس کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ بی اے یا ایم اے کی دُم اس کے ساتھ لگی ہوئی ہو) اُس کے اخلاق کی مناسب تربیت کی گئی ہو اور امورِ خانہ داری کا علم رکھنے کے علاوہ اُن کو احسن طور پر انصرام دینے کی قابلیت بھی رکھتی ہو۔

۳۔ چھوٹی عمر میں شادی کرنا کئی وجوہ سے نہایت مضر ہے لیکن شادی کو اس قدر تعویق میں ڈالنا بھی مناسب نہیں ہوگا کہ شباب کا زمانہ گزر جائے۔ کوئی شادی صرف مال کی خاطر نہ کرو اور اگر تم تہی دست ہو تو حتی الامکان شادی پر اقدام کرنے سے محترز رہو، جب تک کہ پہلے سے تحصیلِ معاش اور پرورشِ عیال کا بندوبست نہ ہو جائے:

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۝

۴۔ چونکہ نکاح ایک دائمی رشتہ ہے اور بیوی انسان کے لیے بمنزلہ دستِ راست کے ہے۔ اس لیے بیوی کے انتخاب کرنے میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لو اور خوب چھان بین کے بعد شادی کرو۔ ظاہری حالت اور سرسری بحث و تحیص پر اکتفا نہ کرو۔ ورنہ بعد میں پشیمان ہوگے

جبکہ پشیمانی کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

۵۔ بہتر ہوگا کہ زوجین ایک ہی عمر اور ایک ہی حیثیت کے ہوں۔ اس سے اولاد کی حسن تربیت میں بڑی مدد ملتی ہے جو شادی کا مقصودِ اصلی ہے۔

۶۔ ازدواج کے متعلق ہر حالت میں ایسے کوائف کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جس سے میاں بیوی کے درمیان رشتۂ الفت کا استحکام زیادہ ہو۔ تاکہ وہ شدائد اور مصائب میں ایک دوسرے کے لیے سچے ہمدم اور صادق ہمدرد ثابت ہوں اور اُن کے آپس کے تعلقات ایسے ہوں کہ کوئی فریق بھی اُن میں سے زندگی کو وبالِ جان خیال نہ کرے۔ میاں بیوی کا موافقت کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرنا اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت ہے۔

شوہر کے فرائض

۱۔ شوہر کو چاہئے کہ مناسب طور پر اپنی بیوی کے حقوق کا احترام کرے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (الآیۃ) "عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ اُن کے ذمے شوہروں کے متعلق فرائض ہیں"

اور اگر پہلے سے وہ والدین کے گھر میں کافی تعلیم حاصل نہیں کر چکی ہے تو اُس کی دینی اور دُنیاوی تعلیم کا مناسب بندوبست کرنا سب حقوق پر مقدم ہے۔

۲۔ ہمیشہ اپنی بیوی سے بشاشت اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے۔ اور محبت و اخلاص باہمی کے جذبات کو ترقی دینے میں سعیٔ جمیل کرے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ "تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ حسنِ اخلاق کا برتاؤ کرے"۔

۳۔ بیوی کے ساتھ روٹی کپڑا دینے میں بخل اور تشدّد نہ کرے۔ یہ دونوں اوصاف اللہ تعالےٰ کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ ہیں۔

۴۔ اگرچہ بیوی پر اپنے شوہر کی اطاعت فرض ہے لیکن شوہر کو چاہیے کہ اس کو کوئی ایسی خدمت نہ بتائے جس کا بجا لانا اس کے لیے تکلیف دہ ہو۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالےٰ بھی انسان کو بقدر وسع اس کے تکلیف دیتا ہے۔)

۵۔ اگر وہ اپنے والدین کی ملاقات یا باوقاتِ مناسب دیگر اعزہ واقربا کی ملاقات کے لیے گھر سے باہر جانا چاہے تو اس کی درخواست کو مسترد نہ کرو۔

۶۔ اپنی بیوی کے ساتھ معاشرت رکھنے میں ہمیشہ تحمّل اور رواداری کے پہلو کو مدِّ نظر رکھو۔

تربیتِ اولاد کے آداب

(اپنے والد پر اولاد کے فرائض)

۱۔ والد کا فرض مؤکد ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کا خوب خیال رکھے اور لڑکپن سے اُن کو خصائلِ حَسَنہ کی پابندی کی عادت ڈالے۔ اُن کے قلب و ضمیر میں اخلاق جمیلہ کی رُوح پھونک دے اور اعمالِ صالحہ کی خوبیاں اِس طرح اُن کے ذہن نشین کر دے کہ نیکی کرنا اُن کی طبیعتِ ثانیہ بن جائے۔

۲۔ محاسن اخلاق کی تعلیم کبھی تو امر و نہی کی صورت میں ہو، کبھی نہایت نرمی اور ملاطفت کے ساتھ اُن کو سمجھاؤ۔ کبھی ترغیب اور ترہیب عمل میں لاؤ اور ایک ہی روش کا التزام کرنے سے مُراعاتِ موقعہ کے زرّین اصُول کی خلاف ورزی نہ کرو۔ لیکن رِفق اور مُلاطفت کا پہلو غالب رہے۔ اور یاد رکھو کہ جب تک تم خود ان کے سامنے اچھا نمونہ پیش نہیں کروگے، صرف زبانی پند و نصیحت کا دروازہ کھولے رکھنے سے یہ توقع کرنا فضول ہوگا کہ اُس سے مطلوبہ نتیجہ ظہور میں آئے۔ مثلاً اگر تم چاہتے ہو کہ تمھاری اولاد گالی دینے کی مذموم عادت سے محفوظ رہے تو ضروری ہے کہ وہ خود تم کو فحش الفاظ زبان پر لاتے ہوئے کبھی نہ سُنے۔ اسی طرح ہر ایک شخص کی اُس کے رُتبہ کے موافق تعظیم و توقیر کرو۔ تاکہ تمھارے بچّوں میں بھی دوسروں کے احترام اور توقیر کی عادت پیدا ہو۔

علیٰ ہٰذا القیاس اپنے خاندان کے تمام افراد کے ساتھ ہمدردی اور اتحاد کے قائم رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری اولاد بھی اس ماحول سے خود بخود متاثر ہو کر ہمدردی اور اتحاد و اتفاق کا مجسمہ ہوگی۔

۳۔ والد کو چاہئے کہ کبھی جھوٹ نہ بولے! ورنہ اولاد کی نظروں میں جھوٹ بولنے کی مذمت باقی نہیں رہے گی۔ اپنی اولاد کو ہرگز بددعا نہ دیں۔ کیونکہ اوّلاً تو ایسا کرنا فی حدِ ذاتہٖ تمہاری طیش (چھچھوراپن) اور سبکساری کی دلیل ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے اولاد کے دلوں میں تمہاری وقعت کم ہو جائے گی اور جو محبت اولاد کو اپنے والدین سے ہوتی ہے اُس پر اس کا بُرا اثر پڑے گا۔

۴۔ اگر والدہ اپنی اولاد کے اخلاق و عادات کی اصلاح کرنے کی غرض سے ان کو زجر و توبیخ کرے تو والد کو نہیں چاہئے کہ وہ اولاد کی حمایت کے لیے کھڑا ہو جائے۔ اس سے اُن کے اخلاق کے اور زیادہ بگڑنے کا احتمال بلکہ یقین ہے۔

۵۔ اپنی اولاد کو اعتماد علی النفس (Self Reliance) کی عادت ڈالو۔ اور اُن کی ہمت اور ارادوں کو کسی حالت میں پست نہ ہونے دو۔ ابتدا عمر سے یہ بات بخوبی اُن کے ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ یہ زندگی میدانِ عمل ہے اور جو شخص جدوجہد میں جس قدر بھی تساہل یا تکاسل کرے گا؛ اسی نسبت سے وہ مدارجِ ترقی پر صعود کرنے سے محروم رہے گا۔

۶۔ اپنی اولاد کو اس بات کی بھی عادت ڈالو کہ وہ اپنے ہر ایک کام میں اور اپنی تمام مختلف کوششوں میں ایک نصب العین مدِنظر رکھیں اور ہمیشہ وہی کام کریں جو دینی یا دُنیاوی حیثیت سے مفید اور نفع مند ہو۔ ہر ایک چیز کو بنظرِ غور دیکھا کریں اور بقدر امکان کائنات کی حقائق پر مطلع ہونے کی کوشش کریں۔ تلقینِ اخلاقِ جمیلہ کے متعلق یہ نکتہ یاد رکھو کہ جس نیک اور قابلِ تعریف خُلق یا عمل کی طرف اُن میں طبعاً رُحجان پایا جاتا ہے اُس کو اُن میں نشو و نما دینے کا ہر طرح سے سامان کرو۔ تاکہ وہ استعداد جو اُن کی فطرت میں موجود ہے فقدانِ تربیت کی وجہ سے ضائع نہ ہو جائے۔

۷۔ اپنے بچوں کو صغر سنی ہی میں فرائضِ دینیہ کی بجا آوری کا پابند بناؤ کیونکہ جس بات کی ابتدائے عمر میں عادت پڑ جائے گی وہ کالنقش فی الحجر ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں بڑے ہو جائیں تو پھر ان کو نئے فرائض کی پابندی کی عادت ڈالنا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس کی ایک نہایت عمدہ مثال دی ہے:۔

چوب تر را چناں کہ خواہی پیچ
نشود خشک جز بآتش راست

۸۔ اپنے بچوں کی جائز خواہشات پُورا کرنے میں تشدّد نہ کرو اور بقدرِ مناسب اُن کو پیسہ ٹکہ دینے میں ہرگز مخل نہ کرو۔ بصورتِ دیگر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو وہ دوسروں کے سامنے دستِ احتیاج پھیلائیں گے یا افعالِ شنیعہ کے ارتکاب پر مجبور ہوں گے اور طبعاً اپنے

باپ کی زندگی کو سنگِ راہ سمجھ کر اُس کی عاجلانہ موت کے متمنی رہیں گے اور ممکن ہے کہ اُس کی موت کو عملاً نزدیک لانے تک سے دریغ نہ کریں ۔

۹۔ یہ کوئی دانش مندی یا دُور اندیشی نہیں کہ انسان اپنی اولاد کے لیے مال و دولت جمع کرتا پھرے اور اُن کی تعلیم و تربیت کا چنداں خیال نہ رکھے ۔ عربی زبان میں یہ کیا ہی اچھی ضرب المثل ہے ۔

" الادب خیر من الذّھب " (علم اور ادب کا ذخیرہ زرِ سُرخ کے خزانے سے بہت بہتر ہے ۔)

دانشمندی اور دُور اندیشی کا مقتضا یہ ہے کہ ان کو علم و ہُنر سکھاؤ اور ان کی اخلاقی تربیت کماحقہٗ عمل میں لانے کے علاوہ اُن کو اپنے دستِ بازو سے کمانے کے راستے بتاؤ کہ وہ اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہونا اور چلنا سیکھیں ۔ (اندوختۂ پدری کے بھروسہ پر نہ رہیں) ۔

۱۰۔ اپنی اولاد کو عطیہ دینے میں مساوات کا خیال رکھو جس سے ایک تو وہ باہمی رقابت اور حسد کرنے سے بچے رہیں گے ۔ دوسرے یہ کہ عدل و انصاف اور مساوات کا اُن کے سامنے ایک نمونہ ہوگا ۔

۱۱۔ جب بچے کام کاج کرنے کے قابل ہوں تو ان کو آرام طلبی کا عادی نہ بناؤ بلکہ اپنے کام کاج میں اُن سے مناسب مدد لو ۔ دُنیا کے نشیب و فراز سے ان کو روشناس کرو اور ان کو یہ سمجھاؤ کہ آدمی دوسروں کی مدد کے بغیر کس طرح اپنے سہارے پر زندگی بسر کر سکتا ہے ۔

۱۲۔ اپنے بچوں کو نوکروں کی تربیت میں ہرگز نہ دو بلکہ خود ہی ان

کے اعمال و افعال اور اقوال و اخلاق کی نگرانی کرو ۔ اسی طرح اُن کو اُن کے ساتھ زیادہ آزاد ہونے بھی نہ دو ۔ نوکروں سے صرف اپنے بچّوں کی حفاظت اور خدمت کا کام لو ۔

۱۴۶۔ بچّوں اور اولاد سے فقط نرینہ اولاد ہی مراد نہیں بلکہ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا بھی اسی طرح خیال رکھو ۔ اُن کے ساتھ بھی ویسی ہی محبت کرو اور خصوصیت سے اُن کو امورِ خانداری کا اہتمام اور انصرام سکھانے میں کوتاہی نہ کرو ۔

۱۴۷۔ اولاد لڑکی ہو یا لڑکا، جب وہ سنِ بلوغ کو پہنچیں تو ان کی شادی کر دینا والدین کا فرض ہے ۔ دونوں کی شادی کرتے وقت مناسب جوڑے کا انتخاب کرو جس میں زیادہ تر دینداری اور تعلیمی و اخلاقی فضائل کا خیال رکھا جائے ۔

تربیتِ اولاد پر

ایک قابلِ قدر مضمون

یہ کوئی پوشیدہ حقیقت نہیں کہ انسان جب ماں کے پیٹ سے نکل کر اس دُنیا میں قدم رکھتا ہے تو وہ تمام قوائے عقل و تمیز سے خالی اور طاقتِ جسمانی سے محروم ہوتا ہے اور تدریجاً نشوونما پاکر اس کے جسم میں قوت آجاتی ہے جو بعض اوقات صاحبِ قوت کو پہلوان کے نام سے موسوم کر دیتی ہے اور قوائے عقل و تمیز اس درجہ تک ترقی پذیر ہوتے ہیں کہ اُن کا مالک مدبرِ مملکت اور فلاسفر کہلانے لگتا ہے۔ اسی طرح نفسِ انسانی جو تمام اخلاقِ نیک و بد کا سرچشمہ ہے ابتدائے فطرت میں بالکل سادہ اور تمام نقوشِ اخلاقیہ سے خالی ہوتا ہے لیکن اُس میں یہ استعداد موجود ہوتی ہے کہ اگر اُس کی مناسب تربیت کی جائے تو وہ اخلاقِ جمیلہ اور عادات و خصائلِ محمودہ کا مجسمہ بن سکتا ہے۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ تربیتِ اولاد کا خاص خیال رکھیں۔ ان کی تہذیبِ اخلاق اور زیورِ علم و عمل سے آراستہ کرنے میں سعیِ بلیغ بجا لانا اپنا فرض سمجھیں چھوٹی عمر کے بچوں سے یہ ہرگز توقع نہ رکھیں کہ وہ خود اپنی اصلاح کریں گے۔ کیونکہ اس کے لیے کسی قدر تجربہ اور ممارست کی ضرورت ہے جس سے وہ اپنی کم عمری اور عدمِ پختگیٔ عقل و تمیز کی وجہ سے بے بہرہ ہیں۔

چونکہ والدین اپنا فرض اُسی صورت میں اچھی طرح ادا کرسکتے ہیں جب کہ وہ اصولِ تربیت جانتے ہوں۔ اس لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں حُجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ کی ایک معرکۃ الآرا تصنیف احیاء العلوم کا تھوڑا سا اقتباس درج کریں ۔

"بچّہ والدین کے پاس ایک امانت ہے اور اس کا قلب ایک جوہرِ پاک ہے جو ہر ایک قسم کے نقوش سے خالی ہے۔ بایں ہمہ اس میں ہر ایک صورت اور نقش قبول کرنے کی خاصیت موجود ہے۔ اگر تم اس کو نیکی کی عادت ڈالوگے تو وہ نیکی کا مجسمہ ہوگا اور سعادتِ دارین سے بہرہ ور ہوگا اور یہ یاد رکھو کہ جس قدر بھی وہ نیکی کرے گا اُس کے اجر و ثواب میں اُس کے والدین بھی برابر کے شریک ہوں گے لیکن اگر والدین غفلت کرکے اپنی اولاد کو چوپایوں کی طرح مہمل چھوڑ دیں تو اس میں شک نہیں کہ اُن کے اعمال و اخلاق بگڑ جائیں گے اور اس بدبختی میں والدین بھی برابر کے مستوجب ہوں گے۔ اس لیے والدین کا فرض ہے کہ اپنی اولاد کو محاسنِ اخلاق کی تعلیم دیں ۔ اچھی عادتوں اور نیک خصائل کی تلقین کریں ۔ صحبتِ بد سے اُن کو بچائیں اور اُن کو تن پرور اور آسائش پسند نہ ہونے دیں سادہ زندگی بسر کرنے کی اُن کو عادت ڈالیں اور اسبابِ زینت اور زخارفِ دنیا سے اُن کی توجّہ ہٹائے رکھیں ۔ کیونکہ جو لوگ تن آسانی اور زینت کو پسند کرتے ہیں وہ دین و دنیا کی سعادت اور

کمال حاصل کرنے سے محروم ہی رہتے ہیں۔ اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے دایہ رکھنی ہو تو کوئی نیک خصال عورت تلاش کریں۔ کیونکہ دودھ کے ذریعہ بھی اخلاق و عادات کا اثر منتقل ہو سکتا ہے۔ جب لڑکا سنِ تمیز کو پہنچے تو اُس کے اخلاق کی نگرانی پر پوری توجہ مبذول کریں۔ کیونکہ اس وقت میں جو اخلاق و عادات اس کی طبیعت میں راسخ ہو جائیں ان کا عمر بھر زائل ہونا دشوار ہوتا ہے۔ ابتدائے عمر میں سب سے پہلا خُلق جو بچے میں ظاہر ہوتا ہے وہ حیا ہے۔ حیا کا ظہور عقل کے منوّر ہو جانے کی دلیل ہے۔ کیونکہ حیا کی حقیقت یہ ہے کہ انسان بعض امور کی قباحت محسوس کر کے اُن افعال کے کرنے سے شرماتا ہے۔ چونکہ یہ ایک نہایت اچھا خُلق ہے، اِس لیے جب بھی بچے میں حیا کے آثار نمودار ہوں، اُس کے اِس خُلق کی مناسب تربیت کرنے میں غفلت نہ کی جائے، نیز دوسرے جذبات کے ظہور میں آنے سے پہلے انسان کے بچے میں کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے سب سے پہلے اس کو آدابِ طعام کا پابند بنانا چاہیئے۔ مثلاً یہ کہ کھانا دائیں ہاتھ سے کھائے۔ کھانے کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرے۔ (بسم اللہ کے معنے بھی اس کو سکھا دینا چاہیئے) بسیار خوری کو اُس کی نظروں میں مذموم اور قبیح بنانے کی کوشش کریں چنانچہ پُرخور آدمی کو اُس کے سامنے حیوانات کے ساتھ تشبیہ دیں۔ سادہ خوراک پر قناعت کرنے کی اُس کے سامنے تعریف کریں تاکہ اس کی خوبی اُس کے ذہن نشین ہو۔ جو لڑکے عیش پسند اور نفیس و لذیذ کھانوں کے

دلدادہ ہوں اُن سے اُس کو دُور رکھیں۔ خوراک کی طرح لباس بھی بچّے کا سادہ اور بے تکلف ہونا چاہیئے۔ اور اس کے دل پر یہ نقش کر دینا چاہیئے کہ کپڑے میں اس سے بڑھ کر اور کوئی خوبی نہیں ہو سکتی کہ وہ صاف اور پاکیزہ ہو۔ زرق برق کا لباس اور نمائشی کپڑا پہننے میں زنانہ پن پایا جاتا ہے اخلاقِ سیّئہ میں سے چغلی کھانا، جھوٹ بولنا، گالی سے زبان آلودہ کرنا یا کوئی فحش بات کہنا، چوری اور خیانت، یاوہ گوئی، ضرورت سے زیادہ ہنسی مذاق کرنا، مغرور اور خود پسند ہونا، دوسروں کو بنظرِ تحقیر دیکھنا، سخت کلامی وغیرہ ایسے اوصاف ہیں جن کی بُرائی خاص طور پر بچوں کے دِل نشیں ہونا چاہیئے۔

مذہب کے بنیادی اصُول یا بالفاظِ دیگر عقائدِ دینیہ کو اس کے لوحِ قلب پر بچپن ہی میں منقوش کر دینا لازم ہے۔ جب کہ ابھی اُس کی فطرت سلیم ہوتی ہے۔ جب بچّے سے کوئی اچھا فعل ظاہر ہو تو اُس کی تعریف کر کے اُس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ برخلاف اس کے اگر کوئی ناشائستہ بات اُس سے صادر ہو تو پہلی مرتبہ اس سے چشم پوشی کریں اور اگر مکرر سہ کرر ظہور میں آئے تو کنایتہً منع کریں۔ مثلاً اس کے سامنے اُس قول یا فعل کی مناسب اور مؤثر الفاظ میں قباحت بیان کریں اور حتی الامکان اس پر یہ نہ ظاہر ہونے دیں کہ تم کو اس کے ارتکاب قبیح کا علم ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ خود اس کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ اگر اس پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اُس کا بھید

کھُل گیا ہے تو بسا اوقات اس سے اُس کی جسارت بڑھ جاتی ہے لیکن
اگر وہ اس طرح تعریضاً اور کنایتہً سمجھانے پر اپنے ناشائستہ فعل کو نہ
چھوڑے اور اس سے باز نہ آئے تو اس کو سزا دیں۔ مگر یہ سزا دوسروں
کے سامنے نہ ہو۔ نیز بار بار اور کثرت کے ساتھ اس کو نہ جھڑکیں۔ اس
سے وہ بچّہ ملامت آمیز کلام سننے سے مانوس ہو جاتا ہے اور اُس کے
ضمیر پر اس کا بہت کم اثر ہوتا ہے۔ باپ کو چاہیئے کہ اپنے بچّے کو
کسی امرِ قبیح کے ارتکاب پر ملامت کرتے ہوئے سررشتۂ تہذیب کو ہاتھ
سے نہ دے جس سے کہ ایک اور خرابی کے ظہور میں آنے کا قوی احتمال
ہے۔ یعنی فحش گوئی کی قباحت اس کے دل سے زائل ہو جائے گی۔ ماں
کو چاہیئے کہ وہ اس کو باپ کا نام لے کر دھمکائے اور اس طرح افعالِ
قبیحہ کے ترک کرنے پر اس کو آمادہ کرے۔ چھوٹی عمر میں دن کو سونا
سستیٔ طبع کا موجب ہے۔ جیسے کہ پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے، لڑکے کو
جفاکش ہونے کی عادت ڈالیں اور کھانے پینے پہننے اور بچھونے کے
نہایت سادہ ہونے کی اس کو تاکید کریں اور اس کا پابند بنائیں۔ بچوں
کو کوئی کام خفیہ طور پر نہ کرنے دیں۔ کیونکہ کسی امر کا چھُپانا اس امر کی
دلیل ہے کہ وہ قباحت کی وجہ سے قابلِ اظہار نہیں۔ بچّوں کو اس بات
کی عادت ڈالیں کہ وہ دن کے دوران میں چلیں پھریں اور ریاضت میں
مناسب حصّہ لیں تاکہ سستی ان کی طبیعت میں سرایت نہ کرنے پائے۔
اور اُن کے عضلات طاقت حاصل کریں۔ بچّے کو اس بات سے منع کریں،

کہ وہ کھانے پینے کی نوعیت کے لحاظ سے یا کسی اور چیز کی بنا پر جو خود اس کی یا اس کے باپ کی مملوک ہے اپنے ہمسروں پر اپنی بڑائی جتائے اور فخر کرے بلکہ اس کو اس بات کی تلقین کریں کہ وہ ہر ایک سے تواضع اور انکسار کے ساتھ پیش آئے۔ اور نہایت نرمی اور بشاشت کے ساتھ گفتگو کرے۔ اس بات سے بھی اس کو منع کریں کہ وہ کسی دوسرے کی اچھی چیز دیکھ کر اس سے لینے کی کوشش کرے۔ اُس کے ذہن میں یہ بات منقوش ہونی چاہیئے۔ کہ بلند مرتبہ شخص وہ ہے جو دوسروں کو کوئی چیز دے، یہ نہیں کہ دوسروں سے لیتا پھرے۔" دوسروں کی چیز پر دندانِ آز تیز کرنا مقتضائے خسّت ہے۔" سونے چاندی یا بالفاظ دیگر روپے پیسے کی محبّت بچّے کے دل میں نہ راسخ ہونے دیں۔ بچپن ہی سے یہ حقیقت اُس کے دل نشین ہونی چاہیئے کہ روپے پیسے کی اہمیّت صرف اس لیے ہے کہ اس سے انسان کی ضروریاتِ زندگی پوری ہوتی ہیں۔ اگر اس سے قطع نظر کی جائے تو سونا چاندی اور کنکر پتھر میں ذرا بھی فرق نہیں ہے ؎

زر از بہر خوردن بود اے پسر

ز بہر نہادن چہ سنگ و چہ زر

طفولیت ہی سے بچے کو دیانتداری اور راستبازی کی خوبی سے آشنا کرنا چاہیئے۔ اثنائے تکلّم میں قسم کھانے کی عادت سے اس کو منع کریں۔ اُس کو گفتگو کے آداب سکھائیں اور اس کے مصمّم قلب

پر یہ بات نقش کر دیں کہ "اُستاد کی مار ماں باپ کے پیار سے اچھی ہے"۔

پادشاہے پسر بہ مکتب داد
لوحِ سیمینش در کنار نہاد
بر سرِ لوحِ او نوشتہ بہ زر
"جورِ اُستاد بہ ز مہرِ پدر"

جب تعلیم کا وقت ختم ہو چکے تو بچے کو طیبِ خاطر سے اجازت دیں کہ وہ آزادی کے ساتھ کھیل کود میں مشغول ہو ورنہ پڑھنے سے اُس کی طبیعت اُچاٹ ہو جائے گی۔ اُس کا ذہن کُند ہو جائے گا۔ اور اُس کی زندگی تلخ ہو گی۔ جس کا انجام یہ ہو گا کہ وہ تحصیلِ علم سے کلیتہً بیزار ہو جائے گا۔ مذہبی فرائض کی بجا آوری کا بچے کو سختی کے ساتھ پابند بنائیں۔ دین کی پابندی آداب اور اخلاق کا اصل الاصول ہے"۔

امام علیہ الرحمتہ نے جو کچھ سطورِ بالا میں فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے اور تربیتِ اولاد کا اس سے بہتر جامع نسخہ ملنا دشوار ہے۔ اس پر اتنا اور مستزاد کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ والدین اور معلم کے لیے جو تربیتِ اولاد کے کفیل ہیں یہ لازم ہے کہ وہ خود اخلاقِ حسنہ سے موصوف ہوں اور اُن کے اعمال خیر و صلاح اور رُشد و فلاح کی بہترین مثال ہوں۔ کیونکہ انسان بالطبع اپنے سے بڑوں کا نمونہ سامنے رکھ کر اس کی اقتداء کرتا ہے۔ اگر اُن کا بُرا نمونہ دیکھ کر چھوٹوں میں بھی ارتکابِ قبیح کا میلان پیدا ہو تو اس کی تمام تر ذمہ داری شرعاً اور عقلاً اوّل الذکر جماعت پر عاید ہو گی۔

مال کے متعلق ہدایات

۱- مال و دولت اس زندگی کی زینت ہے اور آخرت کے درجات حاصل کرنے کا نہایت عمدہ ذریعہ ہے - اس لیے تم کو چاہیئے کہ اُس کو ایسے طریق پر خرچ کرو جس سے تمہاری اس زندگی میں تم کو عزت حاصل ہو۔ اور بعد الممات نیک نامی کا باعث ہونے کے علاوہ آخرت میں تمہارے لیے رفع درجات کا موجب ہو۔

۲- اگر آدمی اپنے مال کو اُن اغراض کے لیے خرچ نہ کرے جن کا عمل میں آنا عقلاً اور شرعاً اُس سے وابستہ ہے تو وہ مال انسان کو اپنے رب سے غافل کر دیتا ہے - اس لیے مال کی محبت کو اپنے دل میں جگہ نہ دو - (اس کو صرف قضائے حاجات کا ایک ذریعہ سمجھو - کیونکہ سیم و زر کوئی مقصود بالذات چیز نہیں ہے۔) اور ایسی باتوں میں اس کو ہرگز خرچ نہ کرو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہیں۔

۳- یہ یاد رکھو کہ کوئی مال، کوئی جائیداد اور کوئی تجارت وغیرہ کچھ فائدہ بخش نہیں، جب تک تمہارا باطن علم کی روشنی سے منور نہ ہو، جبتک تم نے اپنے آپ کو زیور ادب اور اخلاق سے آراستہ نہیں کیا اور جبتک تم پکّے دیندار نہیں ہو۔

مال کو کن وجوہ میں صرف کرنا چاہیئے!

مال و دولت کو یا تو تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لیے خرچ کرو یا ایسی باتوں میں خرچ کرو جس کو حقیقی مسرت اور سچی خوشحالی سے تعبیر کیا جا سکے، پہلی شق میں یہ داخل ہے کہ اس کو مفید اور نفع مند کتابوں کے خریدنے پر خرچ کرو۔ کسی معلم یا اتالیق کو تنخواہ دو۔ پاکیزہ لباس اور تنظیف مکان کا مطلب اس سے حاصل ہو یا عمدہ کھانے پر اس کو صرف کرو۔ جس سے تمہارے جسم کو مناسب پرورش اور قوت حاصل ہو۔ مؤخر الذکر یعنی حقیقی مسرت اور خوشحالی عقل مند اور عاقبت اندیش انسان کے لیے یہ ہے کہ اپنا مال محتاجوں کی ضروریات رفع کرنے کے لیے صرف کرے جس کا محرک محض جذبۂ شفقت و ہمدردی اور اس کا نصب العین خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو اور اس میں کسی قسم کی ظاہرداری اور ریاکاری اور تصنع و نمائش کو دخل نہ ہو۔ اسی طرح کسی کے احسان کے بدلہ میں اس کے ساتھ احسان کرنا اور اپنے مال کو فوائد ملیہ (قومی مفاد کے امور) اور واجبات دینیہ کے لیے صرف کرنا وہ باتیں ہیں جن سے قلب کو حقیقی مسرت حاصل ہو سکتی ہے۔ عیش و عشرت میں خرچ کرنا اور نفسانی شہوات کا اس سے پورا کرنا کبھی سچی خوشحالی کا باعث نہیں ہو سکتا ہے بشرطیکہ انسان کا احساس فطری مردہ نہ پڑ گیا ہو۔ یا بالفاظ دیگر اس کی کانشنس (ضمیر) پر موت طاری نہ ہو گئی ہو۔ جیسے کہ ایک عقل مند آدمی

اپنا وقتِ عزیز صرف کرنے میں بڑا محتاط رہتا ہے اور کبھی اس کا ایک لمحہ بھی بے جا ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کا ایک ایک لحظہ کسی دینی یا دُنیاوی مفاد کے لیے استعمال کرتا ہے، اسی طرح صاحب بصیرت آدمی اپنے مال کے خرچ کرنے میں بھی ان معنوں میں بخیل ہوتا ہے کہ اُس کا ایک حصّہ بھی کسی ایسے مصرف میں نہیں لگاتا جس سے کوئی معقول دینی یا دُنیاوی فائدہ حاصل نہ ہو۔ اسی کا صحیح نام تدبیر اور اس کے خلاف یعنی بے ہودہ طور پر مال اُڑانے کا نام تبذیر ہے۔ تدبیر کی بدولت مال و دولت کی ایک قلیل مقدار بھی انسان کی ضروریات اور مایحتاج پورا کرنے کے لیے کافی ہے۔ لیکن تبذیر کے لیے بڑے سے بڑا مال بھی تاب مقاومت نہیں لاسکتا۔ کتنے ہی امیر اس کی وجہ سے ذلیل ہو گئے اور کتنے معزز گھرانوں کو اس نے برباد کر دیا۔ بے شک اللہ تعالےٰ کے اس قول میں کہ:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ

(اپنے مال کو بیہودہ مت خرچ کرو۔ بے شک اپنے مال کو بیہودہ طور پر خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔)

بہت بڑی حکمت مضمر ہے۔

کفایت شعاری کے فوائد اور قواعد

۱۔ اپنے روپے پیسہ کو بے جا طور پر ہرگز نہ خرچ کرو۔ لیکن اپنی جگہ پر اور جہاں اس کا خرچ کرنا ضروری یا مناسب ہو وہاں پر خرچ کرنے سے گریز نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ۔

(یعنی اپنی مٹھی کو بالکل بند بھی نہ رکھو اور نہ ہی بالکل اس کو کھول دو۔)

۲۔ جو کچھ از قسم ضروریات خریدتے ہو اُس کی قیمت ادا کرنے میں تاخیر نہ کرو۔ تاخیر کرنے سے طبعاً اس کا ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

۳۔ تمام ضروریات کا نرخ مروّج تمہیں معلوم رہنا چاہیئے۔ ورنہ ضرور دھوکہ کھاؤ گے۔

۴۔ جس چیز کی تمہیں ضرورت نہیں اُسے ہرگز نہ خریدو۔ چاہے وہ کتنی ہی ارزاں ملے۔ کیونکہ وہی چیز بوجہ عدم ضرورت کے تمہارے حق میں گراں ہے۔

۵۔ صرف فخر اور نمود کے لیے کسی چیز کو مہنگا مت خریدو۔ البتہ اگر کسی چیز کی تمہیں فی الواقع ضرورت ہے اور وہ ارزاں قیمت پر نہیں ملتی ہے تو اس کو مہنگا خرید لینے میں مضائقہ نہیں (بلکہ اس کا خرید لینا لازم ہے۔ کیونکہ جس چیز کی ضرورت ہے اُس کا نہ خریدنا بُخل کا

نشان سمجھے۔

۶۔ اپنی تمام خرچ شدہ رقوم کو قلمبند کرنے کے لیے تمہارے پاس ایک کاپی ہونی چاہیے جس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ تمہیں اپنے آمد و خرچ کا مقابلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ دوسرے یہ کہ تمہیں عام اشیاءِ ضرورت کا نرخ اور قیمت معلوم رہے گی۔

۷۔ اپنے خرچ کو آمدنی کے مقابلے میں ہرگز نہ بڑھاؤ بلکہ سال بھر کی آمدنی سے ایک معتدبہ حصہ بچت میں ڈالو تاکہ آڑے وقت تمہارے کام آسکے۔

۸۔ بغیر اشد ضرورت کے ہرگز قرض نہ لو اور کسی شخص کو جس کے وعدے کی سچائی اور حسنِ معاملہ کا تمہیں یقین نہ ہو قرض نہ دو۔ ساتھ ہی تمہیں یہ بھی یقین ہو کہ جس کو تم قرض دے رہے ہو وہ اس کو اپنی کسی ضرورت کے لیے لیتا ہے۔ قرض لینے سے مسرتِ نفس اور اسراف اُس کا مقصود نہیں کیونکہ اگر وہ مؤخرالذکر غرض کے لیے قرض لیتا ہے تو تمہیں اخلاقی جرأت سے کام لے کر اس کو قرض دینے سے انکار کر دینا چاہیے۔ تاکہ وہ اپنے اس مذموم خیال سے بددل ہو جائے۔ اس طرح تم اپنے ایک بھائی کو اقتصاد (کفایت شعاری) کی عملی تعلیم دے سکتے ہو۔

دولت مندی اور تنگ دستی

۱۔ اگر مال و دولت کے حصول سے تم بے بہرہ رہو تو کبھی اللہ تعالےٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو جانا اور اگر اس کے برعکس تمہاری دولت زیادہ ہو تو اس پر مغرور نہ ہو جاؤ۔ ہمیشہ یہ خیال مدِّنظر رکھو۔ کہ دولت ایک ناپائدار چیز ہے اور بسا اوقات اس دُنیا میں ایسا ہُوا ہے کہ ایک شخص جو پہلے بڑا دولت مند اور صاحبِ مال تھا مفلس اور نادار ہو گیا ہے۔

۲۔ کسی شخص کا غریب ہونا یا مال و دولت کا کم ہونا ہرگز عار کا موجب نہیں ۔ ذِلّت کی بات یہ ہے کہ انسان اپنے دست و بازو سے کمانا نہ جانتا ہو۔ اور اپنی ضروریاتِ زندگی بہم پہنچانے کے لیے دوسروں کا دست نگر اور محتاج ہو۔ تمہاری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ اپنی کمائی سے کھاؤ پیو اور کسی دوسرے کے دست نگر نہ رہو ؎

ہر کہ نان از عملِ خویش خورد
منّتِ حاتمِ طائی نبرد

۳۔ سیم و زر کی محبّت اپنے دل پر غالب نہ ہونے دو اور حصولِ دولت میں تعجیل نہ کرو۔ کیونکہ تھوڑی سی توجہ اور اقتصادی اصول کی پابندی سے تم دولت مند بن سکتے ہو۔

۴۔ حصولِ دولت کے لیے پانچ اُمور کا ہونا لازم ہے :۔

پہلے یہ کہ انسان میں ہمت اور اولوالعزمی کامل طور پر موجود ہو۔

دوسرے یہ کہ مطلب کے حصول میں جو دشواریاں پیش آیا کرتی ہیں اُن سے گھبرا نہ جائے۔

تیسرے یہ کہ جس کام پر ہاتھ ڈالو پہلے اس کے نشیب و فراز سے کماحقہٗ آگاہی حاصل کرو۔

چوتھے یہ کہ اصولِ اقتصاد کی خلاف ورزی نہ کرو اور اپنے خرچ کو آمدنی سے ہرگز نہ بڑھنے دو۔

چو دخلت نیست خرچ آہستہ تر کن
کہ میگویند ملاحاں سرودے
اگر باراں بکوہستاں نبارد
بسالے دجلہ گردد خشک رودے

پانچویں یہ کہ لالچ اور طمع کو چھوڑ دو۔ یقینی ذرائع استعمال کرکے اگر تم کو تھوڑا نفع بھی حاصل ہو تو وہ اس نفعِ کثیر سے بہت بہتر ہے جس میں آدمی خواہ مخواہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دے۔ اس پر ایک چھٹی بات اضافہ کرلو وہ یہ کہ اگر تمہیں فوری کامیابی حاصل نہ ہو تو ہرگز بے دل نہ ہو جایا کرو۔

۵۔ اگر تمہارا بخت تمہارے دولت مند بننے میں تمہاری مساعدت نہیں کرتا ہے تو اس کو تم اپنے لیے مصیبت خیال نہ کرو بشرطیکہ تمہارے اخلاق

پاکیزہ ہیں اور تم زیورِ علم سے آراستہ ہو۔ حضرت علیؓ کا یہ زرّین قول یاد رکھنے کے قابل ہے:؎

رضینا قسمة الجبّار فینا
لنا علمٌ و للجھّال مالٌ
فانّ المال یفنیٰ عن قریبٍ
و انّ العلم باقٍ لا یزالُ

ساتھ ہی یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ دولت کے بڑھنے سے عموماً اشتغال بڑھ جاتے ہیں جو یقیناً فکر و تردّد کا باعث ہوتے ہیں اور انسان لطفِ زندگی سے محروم رہتا ہے۔ بہت سے لکھ پتی اور کروڑ پتی اشخاص اپنے شاندار محلوں میں زندگی کے اُس لطف سے محظوظ نہیں ہوتے جو ایک غریب آدمی کو اپنی جھونپڑی میں حاصل ہوتا ہے؎

گدا را میسّر چو شد نانِ شام
چناں خوش بخسپد کہ سلطانِ شام

۴۔ بعض لوگ صرف مال و دولت جمع کرنا جانتے ہیں اور اُس کے خرچ کرنے سے جاہل محض ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ عموماً عمر بھر تکلیفیں اور ذلّتیں برداشت کرتے رہتے ہیں اور وہ تمام سرمایہ جس کو انھوں نے (ایمان فروشی تک سے دریغ نہ کر کے اور) ایک ایک حبّہ جمع کر کے فراہم کیا ہوتا ہے کسی خوش نصیب لااُبالی وارث کے لیے چند روزہ زندگی کا سامانِ عیش بن جاتا ہے۔ ان لوگوں کی مثال سرکاری خزانے کے پہرہ دار کی ہے جو دن

رات اس کی حفاظت کرتا ہے اور خود مدّت العمر دس روپے کا ملازم ہی رہتا ہے ؂

۷۔ مال کو کبھی حرام اور ناجائز طریقوں سے نہ کماؤ۔ اس سے آدمی اللہ تعالےٰ کے غضب کا مستوجب ہوتا ہے اور اس دنیا میں بھی مالِ حرام کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ (ایک بیوہ عورت جو دودھ کے ساتھ پانی ملا کر بیچا کرتی تھی، اُس کے بیٹے کے تجارت پر جانے اور ایک بندر کی کہانی تم نے سُنی ہوگی۔) ؂

۸۔ بعض لوگ سعادت کا یہ مفہوم خیال کرتے ہیں کہ انسان کے پاس دولت زیادہ ہو۔ یہ خیال سراسر غلط ہے۔ اصل مقصد مال کا یہ ہے کہ انسان اس سے اپنی ضروریات کو نسبتہً زیادہ آسانی کے ساتھ پُورا کر سکے لیکن اصلی اور حقیقی مسرّت طہارتِ اخلاق، اعمالِ صالحہ کی بجا آوری اور بنی نوع کو فائدہ پہنچانے اور ان کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کرنے میں ہے۔ بہت سے دولت مند دُنیا میں موجود ہیں جن کو انحرافِ مزاج یا سُوءِ اخلاق کی وجہ سے حقیقی راحت اور سچی خوشی حاصل نہیں۔ برخلاف اس کے ایک غریب کم مایہ کی زندگی نہایت آرام اور خوشی کے ساتھ بسر ہوتی ہے جب کہ اُس کا آئینۂ ضمیر اخلاقِ مذمومہ کے زنگ سے پاک و صاف ہو۔ یہ ایک امرِ واقع ہے جس میں کچھ بھی شک نہیں ؂

اچھا برتاؤ اور نیک سلوک

۱۔ تمام لوگوں کے ساتھ حُسن اخلاق سے پیش آنا تمہارے لیے کچھ بھی تکلیف دہ نہیں ہے (بشرطیکہ تم نے اوائل عمر سے اس کی عادت ڈالی ہو) اور نہ ہی اس پر پیسہ ٹکہ خرچ ہوتا ہے لیکن اس سے تم لوگوں کو یقیناً خوش رکھ سکتے ہو اور اس کی بدولت تمہارے وہ کام سرانجام ہو سکتے ہیں جو روپے پیسے خرچ کر کے بھی مشکل سے سرانجام پاتے ہیں۔

۲۔ لوگوں کے ساتھ ہمیشہ سہل گیری، نرمی اور اخلاص کا برتاؤ کرو۔ سہل گیری کرنے سے تم لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کر سکتے ہو۔ اخلاص کی قیمت زرِ سُرخ سے بڑھ کر ہے اور نرمی کا ایک لفظ مخاطب کے قلب میں محبّت کی وہ کیفیت پیدا کر سکتا ہے جس کو کسی دوسرے ذریعے سے پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔

۳۔ لوگوں کے ساتھ ہمیشہ لُطف اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آؤ اور صرف زبانی خوشامد اور تکلفات پر اکتفا نہ کرو بلکہ اپنے اخلاص کا عملی ثبوت دو۔

۴۔ غصّہ کرنے میں ہرگز جلدی نہ کرو۔ کسی ناگوار بات کے پیش آجانے پر ہمیشہ ضبط سے کام لو اور اگر کوئی تمہارے حق میں تفریط یا کوتاہی کرتا ہے تو تم اپنی شرافت کو نہ چھوڑو۔ بلکہ اُس کے قصوروں

سے درگزر اور چشم پوشی کرتے رہو۔

۵۔ حسنِ اخلاق کا مقتضاء یہ ہے کہ نہ تو دوسروں سے بالکل الگ تھلگ رہو اور نہ ہی ضرورت سے زیادہ میل جول رکھو۔ نقطۂ اعتدال پر قایم رہو اور تمہارا شیشۂ دل اس قدر صاف ہو کہ تمہیں اپنے احساسات اور وجدانات باطنی کے ظہور میں آجانے کا ذرہ بھی خوف نہ ہو۔ تمہارا فعل تمہارے قول کی تصدیق کرے۔ بالفاظِ دیگر تمہاری گفتار اور کردار میں مطابقت پائی جائے اور تمہارا دل دوسروں کی ہمدردی سے بھرا ہوا ہو۔

۶۔ "ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند" ایک نہایت مشہور اور سچا مقولہ ہے اور حسنِ معاملہ کے اصول کا نہایت عمدہ خلاصہ ہے۔ عام طور پر اخلاق کی عملی تعلیم دینے کے لیے اس سے بہتر معیار نہیں ہو سکتا لیکن تم کوشش کرو کہ تمہارا معیار اس سے بھی بالاتر ہو، یعنی نہ صرف دوسروں کو اپنے ناپسندیدہ افعال سے تکلیف نہ پہنچاؤ بلکہ اُن کے ساتھ احسان اور اعانت کرنے سے تا بحدِ امکان دریغ نہ کرو۔

۷۔ اگر تم لوگوں کے ساتھ بے اعتنائی کا سلوک کرتے ہو تو تم کو اُن سے یہ ہرگز توقع نہیں کرنی چاہیے کہ وہ تم سے ویسا ہی سلوک نہ کریں۔ اگر تم دوسروں سے اپنی عزت کرانا چاہتے ہو تو پہلے تم اُن کی عزت کرو۔

۸۔ جو شخص علم و ہنر یا مال و دولت میں تم سے کم ہے اس کو بنظرِ

حقارت ہرگز نہ دیکھو اور اپنی عقلِ خداداد پر یا اس دولت پر جو تم نے باپ دادا سے میراث پائی ہے خود پسند اور مغرور مت ہو جاؤ۔ بلکہ اس حالت میں تمہارا فرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی نعمت کا شکریہ ادا کرو اور کمتر درجے کے لوگوں کو شفقت اور ہمدردی کی نظر سے دیکھو۔

۹۔ کسی شخص کو دشمن بنا لینا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ تم کو چاہیے کہ لوگوں سے اس قسم کا سلوک رکھو کہ وہ سب تمہارے ساتھ محبت کرنے لگ جائیں اور اگر بالفرض تم مر جاؤ یا کسی دوسری جگہ چلے جاؤ تو وہ تمہاری عدم موجودگی کا احساس کر کے سچے دل سے اس پر متاسف ہوں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

یاد داری کہ وقتِ زادنِ تو
ہمہ خنداں بدند و تو گریاں

آں چناں زی کہ وقتِ مردنِ تو
ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

۱۰۔ یاد رکھو کہ جو کامیابی نرمی استعمال کر کے حاصل ہو سکتی ہے وہ سختی برتنے سے حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح بشاشت اور خندہ روئی سے وہ کام نکل سکتے ہیں کہ دھمکی اور تشدد سے ان کے حصول کی بہت کم امید ہو سکتی ہے۔

۱۱۔ اگر تم لوگوں کی نکتہ چینی سے بچنا چاہتے ہو تو ہر ایک کے متعلق اپنا گمان اچھا رکھو۔ اُن کی خوبیوں پر نظر رکھو اور اُن کے محاسن اور

نقائص کو نظر انداز کرو۔ زندوں کا ہمیشہ بھلائی کے ساتھ ذکر کرو اور کسی مُردہ کے اعمال کو ہدفِ مُلامت نہ بناؤ۔

۲۱۔ دوسرے آدمی کے ساتھ ہمدردی کرنا اور آڑے وقت میں ہر ایک طرح سے اُس کی مدد کرنا مقتضائے انسانیت و شرافت ہے جو ہر ایک انسان میں ہونا چاہیئے۔ لیکن ایسا کرنا اوقاتِ ضرورت تک محدود سمجھنا چاہیئے۔ کسی کی ضرورت سے زیادہ دستگیری کرکے اس کو سُستی اور تن آسانی کا عادی ہرگز نہ بناؤ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ بے کار رہ کر سعیٔ معاش سے باز رہے۔ (بے ضرورت سوال کی حُرمت شریعت میں اسی حکمتِ غامضہ پر مبنی معلوم ہوتی ہے) اسی طرح خود بھی تم کو کسی دوسرے کا محتاج اور دست نگر نہیں رہنا چاہیئے۔ یاد رکھو کہ کسی جائز پیشے کا اختیار کرنا اور اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے اپنی اور اپنے عیال و اطفال کی پرورش کرنا ہرگز ذلت اور عار کا موجب نہیں۔ حقیقی ذِلت یہ ہے کہ تم باوجود کمائی کے قابل ہونے کے محنت کرنے سے گریز کرو۔ حضرت علیؓ نے ذیل کے اشعار میں اسی مضمون کو منظوم فرمایا ہے جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں:

"لنقل الصّخر من قلل الجبالِ
احبّ الیّ من منن الرّجالِ
یقول النّاس لی فی الکسبِ عارٌ
فقلت" العار فی ذلّ السّوالِ"

ترجمہ: "پہاڑوں کی چوٹیوں سے پتھر ڈھونا میرے نزدیک
اس سے بہتر ہے کہ آدمی دوسروں کی منّت و احسان کا زیربار
ہو۔ لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ کسب کرنا ذلت کی بات ہے
لیکن میں کہتا ہوں کہ درحقیقت ذلت کسی کے آگے دستِ
سوال دراز کرنے میں ہے"

آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے:۔

"اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی"

اجتماعی زندگی کی ضرورت

اس کا مقصد، اس کا فائدہ

۱۔ انسان کو اس لیے پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ تن تنہا رہ کر اپنی زندگی بسر کرے کیوں کہ انسان اپنی ضروریات کے لیے طبعاً دوسروں کا محتاج ہے۔ حکماء کا ایک مشہور قول ہے کہ:۔

"الانسان مدنی الطّبع"

غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ خود تمہارے اعضائے جسم ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ چنانچہ پیٹ اور دیگر اعضاء کی کہانی تم نے "حکایاتِ لقمان" میں پڑھی ہوگی اور اس کی اہمیت پر بھی غور کیا ہوگا۔

نوعِ انسانی کی بقاءِ دوام، مبادلۂ اعمالِ مختلفہ، ابنائے جنس کے مشترک احساسات کا اقتضاء پورا کرنے کے لیے اور بالخصوص شخصی اور نوعی (انفرادی اور قومی) ارتقاء کے لیے اجتماعی زندگی نہایت ہی اہمیت رکھتی ہے۔

۲۔ اجتماعی زندگی کے احسن طریق پر سرانجام پذیر ہونے کے لیے بھی ویسے ہی آداب اور ضوابط مقرر ہیں جو انفرادی زندگی کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ مثلاً ہر ایک کا اُس کے درجہ کے مطابق احترام کرنا، حقوقِ معاملت کو ملحوظ رکھنا مناسب ذرائع سے رشتۂ الفت و اتحاد کو مستحکم کرنا، قومی اغراض اور قومی مفاد کو اپنے ذاتی فوائد پر مقدّم رکھنا وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ عرب کی ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ "انسان اپنی ذات کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں ۔ اس کی طاقت کا مدار اُس کے دوستوں کی قلت اور کثرت پر منحصر ہے" اس سے بھی تم پر اجتماعی زندگی کی ضرورت واضح ہو سکتی ہے۔ اگر تم اپنی قوم کے ایک رُکن عامل نہیں بلکہ عضوِ معطل ہو تو (کم ازکم اجتماعی زندگی کے زاویۂ نگاہ سے) تمہارا عدم اور وجود برابر ہے ؛

۴۔ انسانی افراد کا اجتماعی زندگی بسر کرنے سے مقصد یہ ہے کہ جو فعل ایک فردِ واحد اپنی انفرادی طاقت (چاہے وہ طاقت جسمانی ہو یا مالی) سے انجام نہیں دے سکتا ہے، اُس کو متحدہ قوت سے انجام دیا جائے اور ان امور میں شرکتِ عمل اور تعاون سے کام لیا جائے جس کا نفع اور فائدہ قوم و ملت اور وطن پر عائد ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں اغراضِ محمودہ کے لیے ایک دوسرے کی اعانت کرنا فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :۔

وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى (ایسے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو جو نیکی کے وسیع مفہوم میں داخل ہیں اور جو انسان کو اُس کی دُنیا اور آخرت کی ہلاکت اور پستی سے بچاتے ہیں۔)

ساتھ ہی فرمایا ہے :۔

وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط (ایسے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو جن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اس کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم سے انحراف، یا کسی قسم کے ظلم اور تعدی کا شائبہ پایا جاتا ہے۔)

۵۔ اجتماعی زندگی کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ عہد و پیمان اور قول و قرار کی ہرگز خلاف ورزی نہ کرو اور وعدے پر قایم رہو۔ تمہاری دوستی میں اخلاص ہو اور محبّت میں صدق۔ اپنے آپ کو دوسروں کے ساتھ رنج و راحت میں شریک سمجھو۔ جس سوسائٹی میں یہ اوصاف بدرجۂ اتم پائے جائیں اُس کے افراد میں آپس کی اُلفت اور محبّت زیادہ ہوگی اور اُن کا رابطۂ اتحاد مستحکم ہوگا جو قومی ترقی کی بنیاد اور اُس کا موقوف علیہ ہے۔

۶۔ انسان کا اپنی قوم اور اپنے وطن کے ساتھ (جس میں وہ اپنی زندگی کے دن کاٹتا ہے اور جس کا آب و دانہ اُس کی غذا ہے) محبت رکھنا اور اُس کے حقوق کا احترام کرنا ہر ایک صاحبِ بصیرت کا مقدّس فرض ہے۔ جس کی ترقی میں خود اُس کی اپنی انفرادی عزّت اور ترقّی کا راز مضمر ہے ؂

مفید وصیتوں کا انتخاب
ایک صالح اور متقی باپ کی
اپنے بیٹے کو نصیحت

سب سے پہلے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے اعضا و جوارح کو اُس کی معصیت کی آلودگی سے بچاؤ اور اُس کے تمام فرائض کو بجا لاؤ۔

دوسرے یہ کہ اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو گھبراؤ مت۔

تیسرے یہ کہ ہر ایک کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو اور جو بات تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لیے کبھی گوارا نہ کرو۔

چوتھے یہ کہ کسی مسلمان یا ذمی سے عداوت نہ رکھو۔

پانچویں یہ کہ جو کچھ تم کو اللہ تعالیٰ نے رزق و مال اور جاہ و منصب عنایت فرمایا ہے اس پر قناعت کرو اور ناجائز افزوں طلبی نہ کرو۔

چھٹے یہ کہ کسی کے احسان کو حقیر نہ سمجھو۔

ساتویں یہ کہ اپنے معاملات کا انصرام دوسرے کے بھروسے پر نہ چھوڑو۔ اپنی تدبیر پر اعتماد رکھو۔

آٹھویں یہ کہ فضول اور لایعنی باتوں سے سخت احتراز کرو۔ وہی بات کہو یا کرو جس کا دینی یا دنیوی فائدہ تم پر عائد ہو۔

نویں یہ کہ لوگوں کے ساتھ نہایت اچھی طرح سے پیش آیا کرو۔ وعدے کی خلاف ورزی نہ کرو۔ ہر ایک سے تواضع کے ساتھ ملاقات کرو۔ شفقت اور ہمدردی کو اپنا شعار بنائے رکھو اور جہاں تک ہو سکے دوسروں کو نفع پہنچاؤ اور اُن کی مدد کرو۔

دسویں یہ کہ اُمورِ دینیہ اور مصالح معاشیہ میں جو بات تم نہیں جانتے ہو اس کے پوچھنے میں ہرگز حجاب نہ کرو ۔

عبداللہ بن حسن بن امام حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب کی نصیحت اپنے بیٹے کو

میرے عزیز بیٹے! کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ؛ "پہلے تولو پھر بولو!" کیونکہ انسان کی عمر میں بسا اوقات ایسے موقعے پیش آتے ہیں جبکہ کوئی ایک غلط کلمہ منہ سے نکالنا بہت بُرے اور خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے۔ بلکہ بعض موقعوں پر ٹھیک بات کہنا بھی خیر و صلاح کا موجب نہیں ہوتا۔ ایسے موقعوں پر خاموشی اختیار کرنا مفید یا کم از کم مفید تر ہوتا ہے۔ جاہل آدمی خواہ کتنا ہی تمہارا خیرخواہ اور نیک اندیش ہو اُس کے مشورے سے پرہیز کرو۔ اسی طرح اگر کوئی عقلمند آدمی تم سے مخالفت رکھتا ہے تو اس کے اظہارِ خیرخواہی اور بظاہر نیک مشورہ دینے پر اعتماد نہ کرو۔ کسی کام کے عواقب اور نتائج پر کافی غور و خوض کے بغیر اس کو شروع نہ کرو اور جہاں تک ہو سکے کسی کے ساتھ دشمنی نہ پیدا کرو۔

ایک اشرافِ عرب کی وصیّت

اے میرے پیارے بیٹے! مَیں تم کو وصیّت کرتا ہوں کہ عالمانِ باعمل کو اپنا مقتدا بناؤ۔ نیک لوگوں کی صحبت میں رہو اور انہی کو اپنی دوستی کا شرف بخشو۔ کمینوں کی صحبت اور کمینہ حرکات اور عادات سے پرہیز کرو۔ کمال کے آثار تمہارے چہرہ سے نمایاں ہوں اور تقوے کی علامات تمہاری پیشانی سے عیاں۔ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرو اور ہر ایک فرض کو اپنے وقت پر بجا لاؤ۔ لوگوں سے اُلفت اور محبّت کے ساتھ پیش آؤ اور اربابِ حاجت کی دستگیری کرو۔ اگر تم کو کوئی امین سمجھ کر اپنے راز سے مطلع کرے یا کسی دوسری طرح تم پر اعتماد کرے تو اس کے ساتھ ہرگز خیانت نہ کرو۔ کسی مقصدِ شریف کے حاصل کرنے میں اگر مشکلات پیش آئیں تو ان کی پروا نہ کرو اور اپنے نصب العین کے حصول کے لیے برابر کوشش کرتے جاؤ۔ تقدیر کا بہانہ کر کے جدوجہد کو مت چھوڑو۔ (اللہ تعالےٰ کا جو قانون اس دُنیا میں نافذ ہے اس کے بموجبِ تمام کائنات میں سبب اور مسبّب کو چھوڑ کر مسبّب کے ظہور میں آنے کی اُمید رکھنا یقیناً اس اٹل قانون کو توڑنے کی کوشش کرنا ہے:۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبْدِیْلاً (اللہ تعالےٰ کے وضع کردہ قانون

میں تم ہرگز کسی قسم کی تبدیلی نہیں پاؤگے۔)

دن کے کام کاج اور مشاغل سے فارغ ہو کر جب تم آرام کی نیند سو جانا چاہو تو اُس سے پہلے اپنے نفس کے ساتھ محاسبہ کر لیا کرو۔ جو نیکی تم نے اُس دن میں کی ہے اس کے لیے اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لاؤ اور اگر تم سے کوئی بُرائی صادر ہوئی ہے تو اس کے لیے اللہ تعالےٰ سے مغفرت طلب کرو اور اپنے دل سے عہد کر لو کہ دوبارہ اُس کا ارتکاب نہیں کروگے۔ نیز کل دن کے لیے نہایت غور و خوض کے ساتھ ایک لائحہ عمل (پروگرام) تیار کرو جو ایسے اعمال اور مساعی پر مشتمل ہو جن کا عمل میں لانا دینی اور دنیاوی حیثیت سے مفید ہے۔ کسی فضول اور لغو حرکت کو اپنے لائحہ عمل میں داخل نہ کرو۔
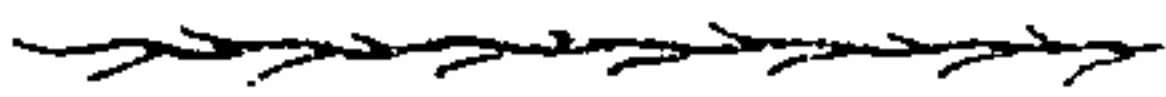
اپنے بیٹے کو

ایک ادیب کی نصیحت

اے میرے عزیز فرزند! کسی دوسرے کو نقصان پہنچا کر ہرگز اپنا فائدہ نہ ڈھونڈو۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے تم اپنے خالق کو ناراض کر دوگے۔ (اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی ایسی بات پسند نہیں جس سے مخلوقِ خدا کو تکلیف یا نقصان پہنچے) آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں:-

"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو ضرر اور تکلیف نہ پہنچے۔"

ایک دوسری حدیث شریف کے یہ الفاظ ہیں:-

"کوئی شخص مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہے جب تک اس کے پڑوسی اس کی طرف سے بے فکر نہ ہوں۔"

حافظِ شیراز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

مباش درپئے آزار ہر چہ خواہی کُن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

(یعنی بزرگ تر ازیں گناہے نیست)۔ دُنیا اپنی ظاہری دلفریبیوں سے انسان کو کئی ایک قسم کے قبائح مثلاً دھوکہ دہی، خیانت اور ظلم وغیرہ افعالِ شنیعہ کے ارتکاب پر آمادہ کرتی ہے لیکن تم کو ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے یہ حقیقت ہر وقت پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ دُنیا ایک سرائے فانی ہے اور انسان

کا اصلی گھر (جہاں اُسے ابدی زندگی بسر کرنی ہے) آخرت ہے جس کی راحت اور خوشی صرف اعمالِ صالحہ کی بدولت حاصل ہو سکتی ہے۔ (جس کی تصریح جابجا تمام قرآنِ کریم میں موجود ہے) اس لیے تمہاری تمام تر توجہ اس بات پر مصروف ہونی چاہیے کہ اپنے آپ کو آخرت کے عذاب سے بچاؤ اور ظلم، خیانت اور فریب دہی اور ایسے ہی دیگر افعالِ شنیعہ ممنوعۂ شرع سے پرہیز کرو جو اگرچہ تمہاری دنیوی اغراض کے لیے مفید ہوں لیکن یقیناً آخرت میں تمہارے لیے ایک مجرم کی زندگی بسر کرنے کا موجب ہوں گے۔

علامہ سہروردی کی نصیحت
اپنے بیٹے کو

اے میرے پیارے بیٹے! جس میں عقل نہیں اُس میں وفا نہیں۔ جس میں سچائی نہیں وہ انسانیت اور مروّت سے بے بہرہ ہے اور جس میں حیا نہیں وہ شریف انسان نہیں۔ کوئی خزانہ کسی زمانے میں علم سے زیادہ نفع بخش نہیں ثابت ہوا اور کوئی دولت بردباری اور تحمل کی خصلت سے زیادہ مفید نہیں۔ ادب کا کوئی نسب مقابلہ نہیں کر سکتا۔ عقل سب سے بہتر رفیق ہے۔ موت اس دُنیا کی بے ثباتی کی روشن تر دلیل ہے اور خاموش رہنا (یعنی فضول جھگڑوں میں دخل نہ دینا اور بیہودہ کلام اور زیادہ گوئی سے محترز رہنا) بہترین نیکیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ کوئی بوجھ قرض سے بڑھ کر نہیں اور کوئی بُرائی جھوٹ بولنے کے برابر نہیں۔ حماقت ایک انسان کی قدر کو کم کر دیتی ہے، لیکن ایک مبصّر کی نگاہ تکبّر اور خود بینی کو اس سے زیادہ ذلیل سمجھتی ہے۔ تنگدستی اور افلاس بڑی بلا ہے، تاہم جہالت اس سے بدتر ہے۔ انسانی خصائل میں طمع سب سے زیادہ ذلیل صفت ہے۔ بُخل سے بڑھ کر کوئی چیز موجبِ ننگ و عار نہیں اور قناعت سب سے بڑی دولت ہے۔

اے میرے نورِ نظر! جو شخص دوسروں کے عیب پر نظر ڈالنے کا

عادی ہو جائے وہ اپنے عیوب کی بہت کم پروا کرتا ہے۔ جو کوئی دوسروں کے لیے کنواں کھودتا ہے وہ خود اس میں گر پڑتا ہے۔ سچائی کے مقابلے میں برسرِ پیکار ہونا شکست کھانے کا پیش خیمہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:-

"جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی پردہ دری کرتا ہے اس کو اللہ فضیحت کرے گا۔"

خود بینی کا نتیجہ گمراہی اور ضلالت ہے۔ مشورہ کے ساتھ جو کام کیا جائے اس کا انجام نیک ہوتا ہے۔ عالموں کی مجلس میں بیٹھنا عزت کا موجب ہے۔ برخلاف اس کے جاہلوں کی ہمنشینی آدمی کو حقیر بناتی ہے۔ کم گوئی کی عاقبت محمود رہتی ہے اور جو شخص جھوٹ بول کر بدنام ہو جائے وہ اگر سچی بات بھی کہے اس کا بہت کم اعتبار کیا جاتا ہے۔ نفسانی خواہشات کے پیچھے جانا انسان کے لیے ہلاکت کا موجب ہے۔ جو شخص لوگوں کی قدر و قیمت نہ پہچان سکے اور سب کو ایک لکڑی سے ہانکے اس کو حیوان سمجھو۔

میری آنکھوں کے تارے! میں نے تمام لذیذ اشیاء کا مزہ چکھا لیکن تندرستی سے بڑھ کر لذیذ کوئی چیز نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس تلخ سے تلخ چیزیں چکھیں مگر احتیاج کی تلخی سے سب کی تلخی کم ہے۔ پہاڑ کا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ لیکن قرض کا بوجھ اس سے بھی زیادہ ہے۔ برائی کے بدلے میں برائی کرنا عام دستور ہے۔ قابلِ تعریف وہ شخص ہے جو

برائی کے بدلے میں نیکی کرنا ہے ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردے احسن الیٰ من اسا

شرفا کی دوستی میں کئی ایک فائدے ہیں۔ اگر تم ان کی مجلس میں بیٹھو گے تو وہ تمہاری قدر کریں گے۔ اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو وہ تمہاری مدد اور حمایت پر فوراً آمادہ ہو جائیں گے اور جو بات تم کہو اس کو توجہ کے ساتھ سُنیں گے۔ برخلاف اس کے رذیلوں کی مجلس میں بیٹھ کر تم کو ذلیل ہونا پڑے گا۔ اگر تم ان پر بھروسہ کرو تو وہ تمہیں دھوکہ دیں گے۔ اگر تمہارے پوشیدہ عیوب پر ان کو اطلاع ہو تو وہ تم کو فضیحت کرنے سے کبھی نہ چوکیں اور جب اُن کی احتیاج رفع ہو جائے تو وہ تم کو چھوڑ دیں گے اور تمہارے حقوقِ صحبت کی کچھ بھی پروا نہیں کریں گے۔ (کیونکہ وہ خودغرض ہوتے ہیں) اپنے گناہوں کا ہمیشہ احتساب کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی یاد کسی حالت میں نہ بھولو۔

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ایک حدیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ "دُنیاوی اُمور میں اپنے سے کم تر پر نظر ڈالو تاکہ تم کو اللہ تعالےٰ کی نعمت کی قدر معلوم ہو اور اعمال آخرت میں اپنے سے بہتر کو پیشِ نظر رکھو جس سے تم کو نیکی کرنے کی تحریص و ترغیب ہوگی"۔

نصیحت نامہ سیدنا علیؓ کا ایک باب

اے میرے پیارے بیٹے! مَیں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ (اُس کی رحمت کے امیدوار رہو) اور اُس کے احکام کی سختی کے ساتھ پابندی کرو۔ اپنے دل کو اس کی یاد سے معمور رکھو اور اُس کے نازل کیے ہوئے کلام کی حبل المتین کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لو۔ جو تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان مستحکم ترین رشتہ ہے۔ اگر تم اس کی تعلیمات پر کاربند رہو تو اس سے تمہارے دل میں حیاتِ جدید پیدا ہو۔ تمہارا متزلزل عقیدہ یقین سے بدل جائے اور تمہارا دماغ حقیقی حکمت کے نور سے منور ہو جائے۔ وہ تمہیں گزشتہ اقوام کے حالات سے آگاہ کرے گا، جس سے تمہیں درس عبرت حاصل ہو اور اگر تم اس کے احکام پر صدق کے ساتھ عمل کرو گے تو اس سے تمہارا دین اور دُنیا دونوں درست ہو جائیں گے۔

تم اپنی آخرت کو مت بھلاؤ اور دُنیاوی خوشحالی ہی کو اپنا اعلیٰ ترین مطمح نظر نہ سمجھ لو۔ جس چیز کی حقیقت سے تم واقف نہیں ہو اس میں خواہ مخواہ دخل دے کر فضول گوئی کے مرتکب نہ بنو۔ اللہ تعالےٰ کے دین کی حمایت میں اپنا مال اور اپنی جان خرچ کر دینے سے دریغ نہ کرو۔ حق کی پیروی کرنے اور حق بات زبان پر لانے میں کسی کی پروا ہرگز مت کرو۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول صلعم کے کلام میں سمجھ پیدا کرو۔ ناگوا

واقعات کا پیش آنا تمہارے لیے تنگ دلی اور پریشانی کا موجب نہ ہو بلکہ ایسے موقعوں پر صبر و استقلال اور ثبات و استقامت اختیار کرنا عالی منشی کا ثبوت ہے۔ جو چیز تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے ہو وہ دوسروں کے لیے مستحسن سمجھنا ایمان اور انصاف کے خلاف ہے۔ جب تم خود یہ بات ناپسند کرتے ہو کہ کوئی تم پر ظلم کرے تو تم دوسروں پر ظلم کرنا کیسے گوارا کر سکتے ہو (کیا تم پسند کرو گے کہ کوئی تمہاری غیبت کرے یا تم پر بہتان لگائے یا کسی اور طرح پر تمہارے مال و جان یا آبرو سے تعرض کرے؟ اسی طرح تم بھی کسی کی غیبت نہ کرو۔ اس پر جھوٹا الزام نہ لگاؤ اور کسی طرح بھی اس کے مال و جان اور آبرو سے تعارض نہ کرو) جو بات تم کو دوسروں میں بری نظر آئے اس سے پرہیز کرو۔ جس چیز کا تم کو علم نہ ہو اس میں گفتگو نہ کرو اور جس بات کا تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں اس کو یقین کے پیرائے میں ظاہر نہ کرو۔ کمینہ حرکات کے ارتکاب سے اپنی حیثیت کو بالاتر سمجھو۔ جہاں پر تمہاری حرمت کم ہونے اور عزت میں فرق آنے کا اندیشہ ہے، وہاں دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی کامیابی بھی اس کا عوض نہیں ہو سکتی۔"

(سعدی علیہ الرحمۃ سچ کہتے ہیں :۔

"اگر آب حیات فروشند فے المثل بآبرو۔ دانا نخرد۔ کہ مردن
بعزت بہ کہ زندگی بہ مذلت۔")

"جب تم کو اللہ تعالے نے آزاد پیدا کیا ہے تو تم کسی طمع اور

لالچ کے پھندے میں پھنس کر کیوں کسی کے غلام بنتے ہو!"
(ایک عربی شاعر نے نہایت خوبی کے ساتھ اس مضمون کو اس طرح منظوم کیا ہے :-

العبد حرٌ ما قنع والحر عبدٌ ما طمع

یعنی غلام اگر زیورِ قناعت سے آراستہ ہو تو اس کو غلام مت سمجھو وہ آزاد ہے لیکن اگر ایک آزاد آدمی طمع کے پھندے میں پھنسا ہوا ہے تو وہ یقیناً غلام ہے۔)

"افزوں طلبی کے جذبے سے متاثر ہو کر کسی دوسرے کے مال و جاہ پر دندانِ آز تیز کرنے سے میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ تم اپنے مال و جاہ کو محفوظ رکھو اور اس پر قانع رہو۔ دولت کے ساتھ اگر فسق و فجور شامل ہے تو اس سے میں غربت اور افلاس کو بہتر سمجھتا ہوں جس میں انسان کا دامنِ عفت آلودہ نہ ہو۔ نیک لوگوں کی صحبت میں رہنا تم کو نیک بنا دے گا اور بُرے لوگوں کی صحبت میں رہ کر تم بُرے اخلاق سیکھو گے۔ حصولِ مطلب کے لیے جدّ و جہد کرنا لازم سمجھو۔ مردہ کی طرح بے حس و حرکت پڑے رہنا اور کامیابی کی جھوٹی توقعات میں مگن ہونا اور طُرفہ یہ کہ اس جمود اور کاہلی کو "توکّل" سے تعبیر کرنا پہلے درجہ کی حماقت ہے۔

میرے عزیز بیٹے! سب سے بڑی دولت عقل ہے اور دُنیا میں سب سے زیادہ مفلس وہ ہے جو عقل و تمیز سے بے بہرہ ہے۔ خود بینی ذلت کا موجب ہے اور سب سے زیادہ معزز شخص وہ ہے جو حسنِ اخلاق سے

موصوف ہے۔

تین آدمیوں کی دوستی سے احتراز کرو:۔

ایک۱ احمق، جو بسا اوقات تم کو نفع پہنچانے کی بجائے اپنی حماقت کی وجہ سے اُلٹا تمہارے لیے نقصان کا موجب ہو گا۔

دوسرے۲ بخیل، جو عین احتیاج کے وقت میں تم سے دُور رہے گا۔

تیسرے۳ جھوٹا آدمی، جو سراب کی طرح جھوٹی نمائش سے تم کو خوش کرنا چاہتا ہے۔

اے میرے پیارے بیٹے! اپنے دوست کے دشمنوں کو بھی دشمن سمجھو۔ اور ہرگز اُن سے دوستی گانٹھنے کا خیال نہ کرو۔ اپنے دوست کو ہمیشہ نیک مشورہ دو اور کبھی اُس کی خیرخواہی میں کوتاہی نہ کرو۔ غصّے کو پی جانا بڑی اولوالعزمی کا کام ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور اُس کا انجام ہمیشہ مستحقِ تعریف و توصیف ہوتا ہے۔ جو شخص تم سے درشت خوئی کرے، اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ جس سے وہ خود اپنی جلد بازی پر نادم ہو گا۔ اپنے قرابت داروں اور دوستوں کے حقوق کی نگہداشت کرو اور ہرگز ان کو ضائع نہ ہونے دو۔ یہ ایک نہایت بُری عادت ہے کہ انسان کسی کا محتاج ہو تو اس کے سامنے زمین پر لوٹتا رہے لیکن بے نیاز ہوتے ہی یکسر احسان فراموش بن جائے۔ ہموم اور غموم کو صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرو اور کوئی چیز جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس پر افسوس اور تاسّف کر کے اپنی مصیبت کو مت بڑھاؤ۔ ہمیشہ سچ بات کہو اور مظلوم

کی حمایت کرو۔ آپس میں اُلفت و محبت رکھنے اور اصلاح ذات البین کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں "اصلاح ذات البین" کو اپنی رحمت کا موجب قرار دیا ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"نفل نماز روزے سے اس کا درجہ افضل ہے۔"

یتیموں پر شفقت کیا کرو اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک رکھو۔ قرآن کریم کے مطالب و معانی کو سمجھنے کی کوشش کرنے اور اس پر عمل کرنے میں پیش از پیش رہو اور نماز کی پابندی میں ہرگز سستی اور تساہل نہ کرو جس کو نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے دین کا ستون بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جان و مال سے دریغ نہ کرو۔ سب مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھ کر اُن کے ساتھ برادرانہ سلوک کرو اور کبھی ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔ نیک کاموں کا حکم دو اور بُرے کاموں سے منع کرو۔ اگر تم ان فرائض کی بجا آوری میں غفلت کرو گے تو اللہ تعالیٰ ظالم اور شریر لوگوں کو تم پر مسلط کر دے گا اور تمہاری دعائیں اس کی بارگاہ کبریا میں شرفِ اجابت حاصل نہیں کر سکیں گی۔ (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو ترک کرنے والوں کے لیے حدیث شریف میں یہی وعید وارد ہوئی ہے)۔ والسلام۔

حارث ہمدانیؓ کو حضرت علیؓ کی وصیّت

"قرآن کریم کی رسّی کو مضبوط پکڑو۔ اس کے حلال حرام کی پابندی کرو۔ دُنیا کے گزشتہ حالات اور واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو ہر وقت اپنے دل میں ملحوظ رکھو اور کبھی اس کے نام پر جھوٹی قسم نہ کھاؤ۔ موت اور بعد الموت کو یاد رکھو۔ جو بات تم کو دوسروں میں بری نظر آتی ہے اُس سے خود پرہیز کرو۔ جس بات کو لوگوں کے سامنے کرتے ہوئے تم کو حیا دامن گیر ہوتی ہے اندرونِ پردہ اُس کا ارتکاب نہ کرو۔ کوئی ایسا کام نہ کرو، جس کی بابت اگر تم سے پوچھا جائے تو تم کو انکار یا اعتذار کرنا پڑے۔ اپنی آبرو کو بچائے رکھو اور کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس سے تمہاری عزت اور وقعت لوگوں کے دلوں سے جاتی رہے۔ ہر ایک سُنی ہوئی بات نہ کہتے پھرو۔ کیونکہ یہ جھوٹ کا پیش خیمہ ہے اور اگر تمہیں کوئی دوسرا ایسی بات (سُنی سُنائی بات) سنائے تو اُس کی تردید کرنا خواہ مخواہ اپنا فرض خیال نہ کرو۔ کیونکہ ایسا کرنا جہالت ہے۔ غصّہ پی جایا کرو اور قدرت پانے پر قصور معاف کر دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے پر استعمال کرو۔ (اُن سے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرو یا کم از کم اس طرح استعمال کرو جو اُس کی رضامندی کے خلاف نہ ہو) اور اُن کے ذریعے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرکے اُس کا عذاب اپنے سر پر نہ لو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک مالدار آدمی کو پھٹے پُرانے کپڑے پہنے

ہوئے دیکھ کر فرمایا :۔

"اللہ تعالے کی دی ہوئی نعمتوں کا تم پر اثر نظر آنا چاہیئے۔"

مال کا بہترین مصرف یہ ہے کہ تم اس کو نیکی کے کاموں میں خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو۔ جو کچھ تم آگے بھیج کر آخرت میں اپنے لیے ذخیرہ بناتے ہو اُس سے تم خود اپنی جاودانی زندگی میں فائدہ اُٹھاؤ گے لیکن جو کچھ تم چھوڑ جاتے ہو اُس سے دوسرے فائدہ اُٹھائیں گے۔ جس کی رائے کمزور ہے اور اس کا طرزِ عمل قابلِ تعریف نہیں اُس کی دوستی اور مصاحبت سے پرہیز کرو۔ کیونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اور کسی کا حال اُس کے دوست اور مصاحب کا حال دیکھ کر پہچانا جا سکتا ہے۔ بازاروں میں بیٹھنا کئی قسم کے فتنوں کا باعث ہوتا ہے۔ ہمیشہ کسی ایسے شخص کی حالت پر غور کیا کرو جس پر تم کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت اور فوقیت بخشی ہے۔ اس سے تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کی قدر پیدا ہوگی اور تم ناسپاس نہیں بنو گے۔ (حضرت امیر علیہ السلام کا اس سے مخاطب کو پست ہمت بنانا مقصود نہیں بلکہ اُس کی حرص و آز اور افزوں طلبی کی شدّت و حدّت کو توڑنا مقصود ہے۔ وللتفصیل موضعٌ آخر۔ مترجم) جبتک تم مجبور نہیں ہو جمعہ کے دن نماز جمعہ ادا کرنے سے پیشتر سفر اختیار نہ کرو۔ اللہ تعالے کے احکام کی کبھی مخالفت نہ کرو۔ اور اس کے فرمانبردار اور صالح بندوں کو ہمیشہ دوست رکھو"

حضرت علیؓ کا قول ہے :۔

"مَیں تم کو پانچ باتوں کی وصیّت کرتا ہوں۔ پہلے یہ کہ اللہ تعالے کو

چھوڑ کر کسی دوسرے کے ساتھ اپنی امیدیں وابستہ نہ کرو۔

دوسرے یہ کہ ہمیشہ اپنے گناہوں سے ڈرو۔

تیسرے یہ کہ اگر تمہیں کسی بات کی بابت علم نہیں تو یہ کہنے سے ہرگز نہ شرماؤ کہ میں نہیں جانتا۔

چوتھے یہ کہ علم میں ترقی حاصل کرنے کے راستے میں حیا تمہارے لیے سنگِ راہ نہ ہو۔

پانچویں یہ کہ تحصیلِ مطالب میں اگر مشکلات پیش آئیں تو نہایت پامردی کے ساتھ اُن کا مقابلہ کرو اور صبر و استقلال کو اپنا شعار بنائے رکھو"

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

محبوبِ خدا کا آخری خطبہ

ہمارے آقا اور اللہ کے سچے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنہ ۱۰ھ میں فریضہ حج ادا فرمانے کا قصد فرمایا تو ایک لاکھ چوالیس ہزار جان نثار آپ کے ہمرکاب تھے۔ یہ حضورؐ کا آخری حج ہے، اسی لیے اسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

جب حضورؐ میدانِ عرفات میں پہنچے تو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر ایک پُر اثر خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ اگرچہ مختصر ہے لیکن فصاحت و بلاغت اور مطالب کی پاکیزگی کے اعتبار سے اتنا بلند ہے کہ دُنیا کے کسی شاعر، کسی ادیب اور کسی راہنما کی کوئی تقریر اس کے مقابلے پر نہیں رکھی جا سکتی۔ بلا کسی شک و شبہ کے ہم اسے نسلِ انسانی کی آزادی اور سربلندی کا منشور کہہ سکتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"لوگو! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مَیں پھر کبھی تمہارے درمیان ایسے اجتماع میں موجود نہ ہوں گا۔ لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر ایسی ہی حرمت والی ہیں جیسی کہ اس دن، اس مہینے اور اس شہر (مکہ) کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! تم جلدی ہی اپنے اللہ کے پاس جانے والے ہو۔ اللہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا اور نہ ایک دوسرے کو قتل کرنا۔ لوگو! جاہلیت کے زمانے کی ہر ایک بات کو میں نے اپنے قدموں تلے کچل دیا ہے۔"

"لوگو! بیشک تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر، اور عجمی کو عربی پر، سُرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ زندگی صرف اتقاء و پرہیزگاری کی ہے۔ مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ تم اپنے غلاموں کو وہی کھلاؤ اور وہی پہناؤ جو خود کھاؤ اور پہنو۔ اے لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرو! تمہارا حق عورتوں پر اور عورتوں کا حق تم پر ہے۔"

"مسلمانو! مَیں تم میں ایک چیز چھوڑے جا رہا ہوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ کی کتاب (قرآن) پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرو!"

پھر فرمایا :- اے لوگو! میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اور نہ کوئی نئی امت پیدا ہوگی خبردار اے لوگو! اگر کوئی حبشی مسلمان بھی تمہارا حاکم اور امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق چلائے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو!

خبردار! اپنے اللہ کی عبادت کرو! پانچ وقت نماز ادا کرو! ایک مہینے کے روزے رکھو! اپنے مال کی خوشی سے زکوٰۃ ادا کرو! بیت اللہ شریف کا حج ادا کرو اور اپنے اُن حاکموں کی اطاعت کرو جو تمہیں اللہ کی کتاب کے مطابق چلائیں۔ ان ہدایات پر عمل کر کے تم اپنے اللہ کی جنت میں داخل ہوسکو گے۔

لوگو! قیامت کے دن تم سے اللہ میرے متعلق پوچھے گا۔ تم کیا جواب دو گے؟"
سب نے ایک آواز ہو کر جواب دیا "آپ نے اللہ کے احکام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا"
آپؐ نے آسمان کی طرف انگلی اُٹھا کر فرمایا "اے اللہ! تو گواہ رہنا!"

اسلامی اخلاق

عنوان

نوٹ: خطبۂ حجۃ الوداع کے یہ اقتباسات ظہیر احمد تاج صاحب کی کتاب "اسلامیات" سے لیے گئے ہیں۔

حیّ علی الفلاح

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنّ افضل المؤمنین احسنھم اخلاقاً

سلسلۂ سیرت و کردار

جامع الآداب

مترجمہ

مولانا عبدالرّحیم مرحوم (کلاچی والے)

سابق پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور و مترجم حجۃ اللہ البالغہ (شاہ ولی اللہ رح)

پبلشرز

قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور

(پاکستان)